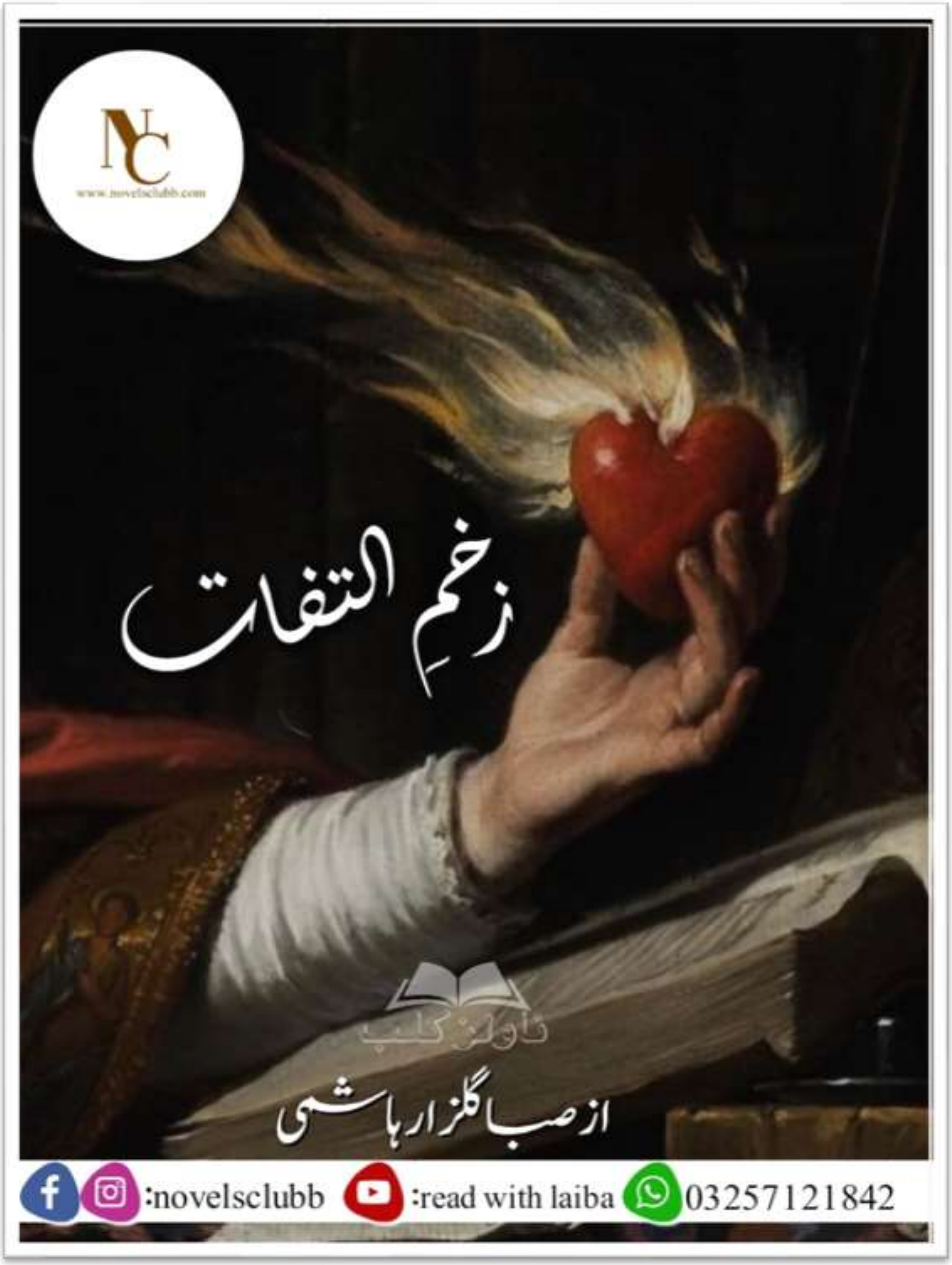
www.novelsclubb.com
زخمِ التفات
ناولز کلب
از صبا گلزار ہاشمی
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

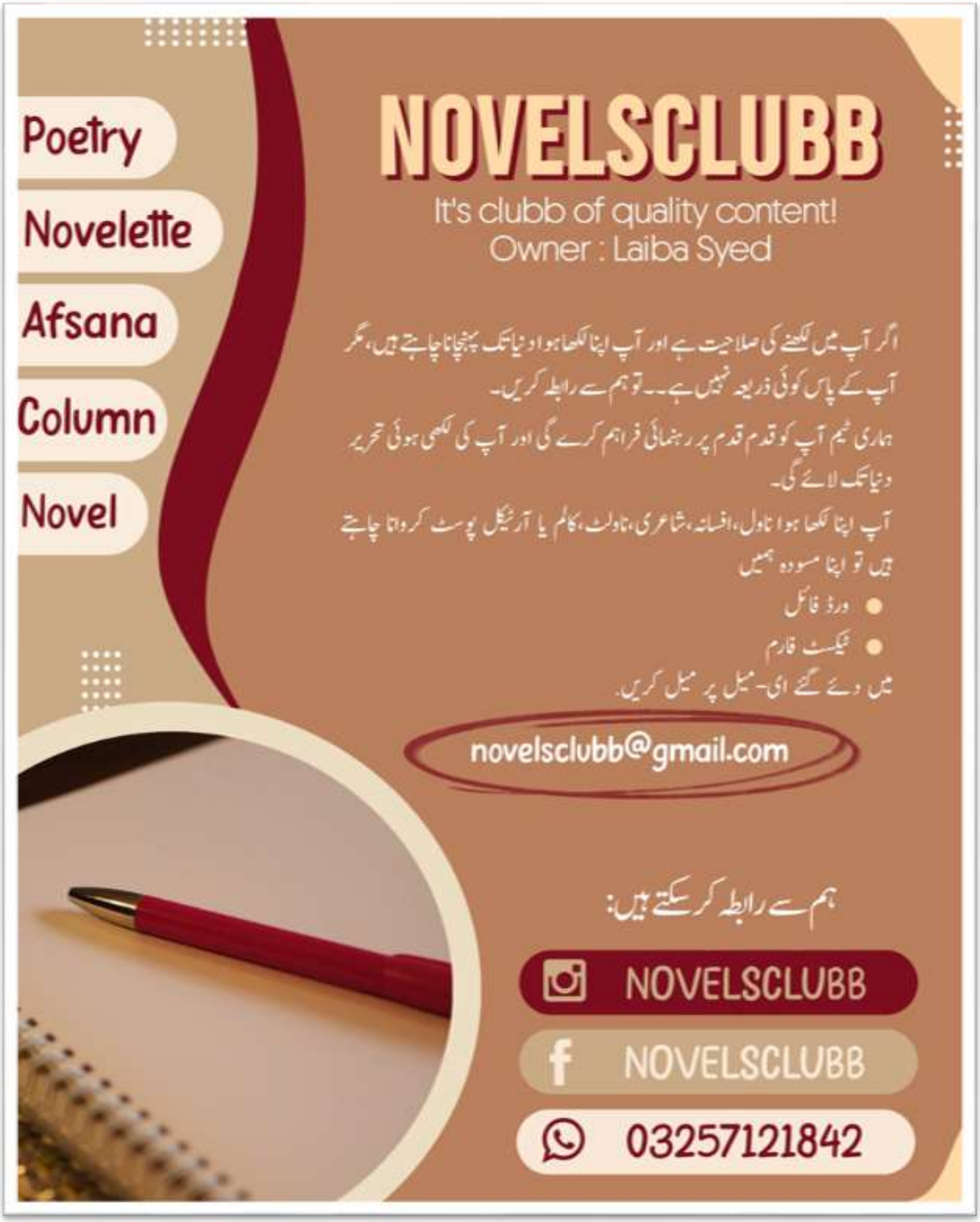
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

زخمِ التفات

از قلم

صبا گلزار ہاشمی

www.novelsclubb.com

کچھ کردار مر جاتے ہیں، کچھ کو مار دیا جاتا ہے، کچھ انصاف کیلیئے در در بھٹکتے ہیں اور کچھ بھوک مٹانے کیلیئے جتن کرتے ہیں۔کچھ کرداروں کا قلم خرید کر جھوٹ بیچا جاتا ہے اور کچھ کے ضمیروں کو سلا دیا جاتا ہے۔

اور حکومت قائم رہتی ہے فقط ظلم کی۔

ظلم کبھی مٹتا نہیں ہے۔اگر اس کو مٹانے کی کوشش کی جائے تو انسان کی نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں لیکن یہ ظلم نئی شکل اختیار کر کے بڑھتا ہی رہتا ہے۔

www.novelsclubb.com

قسط نمبر 1

ڈھلتا سورج

"ماں!!" ریگستان کی تپتی ریت پر آگ برساتی گرمی میں ننگے پاؤں چلتے بچے نے ماں کو پکارا۔

ماں جو سامنے دیکھنے میں مصروف تھی اس کی آواز سن نہ سکی۔

"مااااں" اس بار لفظ کھینچ کر بلند آواز میں ادا کیا گیا۔

وہ جو پہلے ہی ساکت کھڑی تھی بچے کی آواز پہ چونکی پھر اس کی جانب پلٹی۔

گندمی رنگت، عام سی صورت، پسینے سے شرابور چہرہ، ریت کے ٹیلوں کے بیچوں بیچ کھڑی وہ بہت بیزار سی نظر آرہی تھی۔

"ہاں؟؟" ماں نے ابرو اچکائے۔

www.novelsclubb.com

"ماں یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔" بچے نے سامنے اشارہ کرتے ہوئے سوال داغا۔ جہاں چند کیمرہ مین اور صحافی سوٹڈ بوٹڈ آدمی کے ارد گرد جمع تھے۔

ماں نے نظر سامنے گھمائی جہاں وہ آدمی صحافیوں کے سوالات کا جواب دے رہا تھا اور پھر گہرا سانس لیا۔

بچہ ماں کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا جو دونوں ہاتھوں میں پانی کا چھوٹا سا مٹکا لیے اب تھکا تھکا سا نظر آ رہا تھا۔

"یہ یہاں فاتحہ پڑھنے آئے ہیں۔" ماں نے آنکھوں میں تپش لیے لب ہلائے۔

کافی دیر سے پکڑا مٹکا اب بھاری محسوس ہوا۔ بچے نے مٹکا نیچے رکھ دیا پھر ماں سے مخاطب ہوا۔

"ماں فاتحہ کیوں پڑھ رہے ہیں؟ "

"آدم بیٹا!! قبرستان دیکھا ہے کبھی؟؟" ماں نے پوچھا۔

"ہاں چاچا کبھی کبھی جاتے ہیں دادا کی قبر پہ فاتحہ پڑھنے اونہہ ! اب میں سمجھا کیا ان کا بھی کوئی مر گیا ہے ؟؟ فاتحہ تو تبھی پڑھی جاتی ہے نا؟؟" بچے نے اپنی عقل کے مطابق جواز پیش کیا اور تصدیق بھی چاہی۔

وہ نارنجی رنگ کی پھٹی پرانی ساڑھی میں ملبوس تھی جس پہ سنہری رنگ کے پھولوں کا پرنٹ نہ ہونے کے برابر تھا۔

ماں نے پانی سے بھرا بھاری مٹکا زمین پر رکھا۔ پھر بچے کی جانب رخ کیا۔

اب وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

ماں نے اُس جانب اشارہ کیا جہاں رپوٹر اُس بااثر آدمی کے منصوبے سن رہے تھے جو اس دشت و بیاباں میں اس نے کبھی شروع ہی نہیں کرنے تھے۔ ہر بار کی طرح یہاں کچھ دیر یہی تماشا لگے گا اور پھر سال دو سال تک یہاں کوئی نہیں آئے گا۔

"آدم یہ جس بستی میں کھڑے ہیں یہ قبرستان ہی تو ہے۔"

یہاں مردے ہی تو رہتے ہیں۔ایسے مردے جو بس سانس لے رہے ہیں،نہ پانی ہے اور نہ ہی کھانے کیلئے کچھ، پانی چاہیے تو پتہ نہیں کتنی دیر پیدل اس تپتی ریت پہ چل کر جانا پڑتا ہے۔"

"یہ ہم پہ ہی فاتحہ پڑھنے آتے ہیں آدم!"۔آخر میں ماں تلخی سے مسکرا دی۔۔

ماں چلیں!! ہم انہیں کہتے ہیں آپ جب بھی ہم پہ فاتحہ پڑھنے آئیں، پانی کی کچھ بوتلیں لے آیا کریں چاہے پانی گرم ہی کیوں نہ ہو۔"بچے نے سامنے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو منرل واٹر کی بوتل کو ہاتھ میں پکڑے پانی پینے میں مصروف تھا۔

ماں کی آنکھوں میں کرب ابھرا۔

"پانی لے آئیں اونہہ ان کا بس چلے تو ہمارے منہ سے نوالا تک چھین لیں۔"ماں زیرِ لب بڑبڑائیں۔

ماں نے جھک کر مٹکا پکڑا اور قدم آگے بڑھا دیے۔چال میں غصہ تھا اور کچھ بے بسی۔

"ہم بھی ایک دن ان کے بڑی عمارتوں والے قبرستان جائیں گے اور ان پہ فاتحہ پڑھیں گے۔"بچے نے اپنا مٹکا اٹھاتے ہوئے استفسار کیا۔

ماں نے مڑ کر تعجب سے بچے کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا دی۔

اب دونوں ماں بیٹا اپنا اپنا مٹکا کمر پہ ٹکائے اپنی کچی بستی کی جانب چل دیے۔

سیاہ بال ٹیل پونی میں مقید، گہری سیاہ آنکھوں میں غصہ، چہرہ پسینے سے شرابور، ہاتھوں میں باکسنگ گلوز پہنے، مسلسل punching بیگ پہ punch مارنے سے اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ punch مارنے کی رفتار میں تیزی آ رہی تھی۔ آنکھیں اپنے ٹارگٹ پہ مرکوز کیے وہ دنیا سے بے نیاز اپنا غصہ کم کرنے اور frustration نکالنے کی جدوجہد میں تھی۔ کچھ ہی لمحوں بعد موبائل بجنے لگا۔

موبائل کی آواز سے وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

پہلا نوٹیفکیشن

دوسرا نوٹیفکیشن

تیسرا نوٹیفکیشن

موبائل پر مسیج کے نوٹیفکیشنز آنے کے بعد اب موبائل مسلسل بجنے لگا۔

punchingبیگ پر چلتا ہاتھ اب تھم چکا تھا۔اس نے موبائل کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔پھر گلوز اتار کر نیچے زمین پر پھینکے۔سفید مخملی کپڑے سے اپنا چہرہ صاف کیا، لمبا سانس کھینچا اور قدم بیڈ کی طرف بڑھا دیے جہاں موبائل مسلسل بج رہا تھا۔

"بولو کیا ہے؟؟"اس نے فون کان سے لگاتے ہی اُکھڑے لہجے میں کہا، جبکہ سانس ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھی۔ Greetingsاس کی شخصیت کا حصہ ہی نہیں تھیں۔وہ حال احوال نہیں پوچھا کرتی تھی کیونکہ وہ رمشا زمان تھی۔

"کیسی ہو؟"دوسری جانب عریشے نے پوچھا۔

"غصے میں۔"جواب کھٹاک سے آیا۔

"کیوں؟؟ "

"بتانے کا وقت نہیں۔۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"وقت نہیں؟؟ کیا مطلب؟؟ اوہ تو تم ہمیں جوائن نہیں کر رہی؟ تم پارٹی میں نہیں آ رہی؟؟" رمشا کیا واقعی اس بار بھی تم۔۔۔۔

وہ ابھی کچھ کہہ ہی رہی تھی کہ رمشا نے اکتا کر فون بند کر دیا۔اس کی نظر سامنے گلاس وال پہ پڑی۔گلاس وال پردوں سے بے نیاز باہر کا پر کشش منظر دکھار کھا تھا۔

وہ اب سامنے گلاس وال سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔

کچھ بہت خوبصورت تھا۔

شاید

ڈھلتے سورج کا منظر

خوشی کی لہر

محبت کا پیام

عشق کی پہلی آہٹ

فون پھر سے بجنا شروع ہو گیا تھا۔ فون کے بجنے سے منظرِ غروبِ آفتاب کا فسوں ٹوٹا۔

رمشا نے گہرا سانس لیا۔

"میں نہیں آرہی مجھے ڈیڈ کے ساتھ جانا ہے ایک کنونشن میں۔۔۔۔" رمشا نے فون کان سے لگاتے ہی بولنا شروع کیا۔

"لیکن۔۔۔۔!" عریشے نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔

"عریشے!! میرا جانا ضروری ہے میں نہیں آسکتی۔" رمشا نے دوٹوک اعلان کیا۔

"ہونہہ سیاست دانوں کے چونچلے!!" عریشے نے کہہ کے فون بند کر دیا۔

رمشا اس کی بات پہ مسکرا دی۔

عریشے اس کی دوست تھی۔ کچھ مہینوں پہلے ایک فیشن شو میں ان کی دوستی ہوئی۔ عریشے ایک ماڈل تھی اور رمشا اس شو کی سب سے خاص مہمان۔ دونوں کے درمیان کافی بے تکلفی پیدا ہو گئی تھی اور دونوں ہی ایک جیسی تھی دوستی کے معاملے میں، دوست کو دوست سمجھنے والی نہ کہ متاعِ جان۔ عریشے تو یہاں تک کہہ دیتی تھی کہ

"پرانے دوست وبال جان ہوتے ہیں ہر خوشی اور غم کے موقع پر انہیں الگ سے دعوت نامہ بھیجنا ہوتا ہے اور اگر وقت پہ یہ دعوت نامے نہ پہنچائے جائیں تو آپ پہ بے وفائی کا فتویٰ لگ سکتا ہے۔"

اور رمشا اس کی ایسی باتوں پہ مسکرا دیتی۔

اس نے فون بیڈ پہ پھینکا اور نظر کمرے کی طرف دوڑائی۔

گلاس وال کے پردے ہٹے ہوئے، فرش پر قالین بچھا ہوا اور قالین پر جگہ جگہ کوشن بکھرے، باکسنگ گلوز بھی اسی طرف پھینکے گئے تھے۔

وہ کندھے اچکا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

راہداری عبور کر کے وہ تیزی سے زینے پھلانگنے لگی۔اس کی ٹیل پونی ہوا میں جھول رہی تھی۔نیچے وسیع ہال جہاں صوفے رکھے تھے۔سامنے ملازمہ ٹیبل صاف کر رہی تھی اور کچھ چائے کے کپ بھی پڑے تھے جیسے کوئی ابھی ابھی چائے پی کے اٹھا ہو۔

ہال کے داہنی طرف کچن تھا۔اس نے آہستہ آہستہ قدم کچن کی جانب بڑھا دیے۔

سامنے ہی صفدر صاحب ملازموں سے رات کے کھانے کے متعلق discuss کر رہے تھے۔

"میرا روم صاف کروا دیں!!"اس نے صفدر صاحب کو دیکھتے ہی حکم صادر کیا۔

"او کے بی بی جی۔"صفدر صاحب نے فوراً سکینہ کو کمرے کی صفائی ستھرائی کرنے کو کہا۔

صفدر تمام ملازموں کا ہیڈ تھا اور قابلِ اعتبار آدمی۔

وہ پچیس سال سے اس گھر میں ملازموں کے ہیڈ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا تھا۔اس محل نما گھر میں ملازموں کی ایک لمبی فہرست تھی۔اور اس پوری فہرست پر صفدر ہی نظر رکھتا تھا۔

رمشا صفدر کو ہی ہر کام کہتی تھی۔اور صرف اس سے ہی بات کرتے ہوئے اخلاقیات کا مظاہرہ کرتی تھی۔وہ گھر میں موجود کسی دوسرے ملازم کے نام تک سے واقف نہیں تھی۔

ہو بھی کیسے جب آئے روز ملازمین ہی بدلے جاتے ہو!!

اپنے بچپن سے ہی رمشا نے صفدر کو یہاں کام کرتے دیکھا تھا اسی لیے وہ اس سے مانوس تھی۔

رمشا کاؤنٹر کے پاس ہی پڑی کرسی پر بیٹھ گئی اور صفدر سے فریش جوس لانے کو کہا۔

کچھ لمحوں بعد جوس اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ گہری سوچوں میں ڈوبی تھی۔کافی دیر وہ یونہی بے وجہ کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے بیٹھی رہی۔

"رمشا بی بی!! آپ کو کچھ اور چاہیے؟"صفدر کے سوال پر وہ چونکی اور پھر جلد ہی خود کو کمپوز کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔جوس کا گلاس ابھی تک ہاتھ میں تھا۔اس نے جلدی سے جوس پیا اور کچن سے نکل گئی۔

"رمشا۔۔۔ "

وہ ہال عبور کر کے اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی کہ کسی نے اس کو پکارا۔

اس نے گہرا سانس لیا لبوں پہ مسکراہٹ ابھری۔اس نے پلٹ کر داخلی دروازے سے داخل ہوتے زمان جعفر کو دیکھا۔

"اوہ ڈیڈ" اب وہ داخلی دروازے کی جانب چل دی جہاں زمان جعفر کھڑے تھے۔

عمر پچپن کے قریب،ذہنی اور جسمانی طور پر صحت مند، سنجیدہ آنکھیں، سلطنت کا بادشاہ، چہرے پر مخالف کو مات دینے والی مسکراہٹ سجائے وہ سوٹڈ بوٹڈ آدمی داخلی دروازے میں اپنے سیکرٹری شہرام کے ساتھ کھڑا تھا۔

زمان جعفر نے سر ہلا کر شہرام کو جانے کا اشارہ کیا۔شہرام نے سر کو خم دیا اور ایک نظر بالائی منزل پر ڈالی پھر قدم باہر کی طرف بڑھا دیے۔

"ڈیڈ آپ کبھی بوڑھے نہیں ہو سکتے۔" وہ زمان جعفر کے گلے لگتی ہوئی بولی۔

"سیاست دان کبھی بوڑھا نہیں ہوتا!!" وہ ایک انداز سے بولے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"افففف" رمشا ان سے جدا ہوئی۔

"کچھ دیر تک نکل رہے ہیں ہم۔" زمان جعفر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے بولنے سے قبل ہی آنکھ دکھائی۔

"جاؤ جا کر تیار ہو جاؤ!!" وہ تحکمانہ انداز سے بولے۔

"میں مصروف تھی۔" وہ خفا خفا سی بولی۔

"رمشا اپنی مصروفیات کم کرو۔ تم جانتی ہو نا تمہارا مستقبل کس سے جڑا ہے بہتر ہوگا ہوش سے کام لو۔" وہ سنجیدہ تھے۔

اس نے بیزاری سے اپنی آنکھیں گھمائیں "whatever"

پھر کندھے اُچکا کر سیڑھیوں کی جانب چل دی۔

وہ کمرے میں واپس آئی تو کمرے کی حالت اب بہتر ہو چکی تھی۔بیڈ کی چادر سلیقے سے بچھی ہوئی۔ punching bag وہاں موجود نہیں تھا۔کمرے کی ہر چیز اب اپنی جگہ پر موجود تھی۔

وہ اب پھر گلاس وال کے سامنے تھی۔

سورج ڈوب چکا تھا۔

مگر آسمان پر نارنجی لکیریں نمایاں تھیں۔

سحر ابھی تک طاری تھا۔۔

پُرکشش مگر نیا نیا سا احساس۔۔۔

ڈوبتے سورج کا سحر

تیز ہوا سے اڑتی گرد

وحشت زدہ سماں

صحرائی ہیبت

مایوسی، اداسی اور کہیں امید، سورج کا ڈھلنا ہر کسی پہ الگ سحر طاری کرتا ہے۔

ہلکی ہوا سے ریت کے ٹیلوں سے اُڑتی دُھول، ڈھلتا سورج، گہری خاموشی اور اس خاموشی میں کچھ آوازیں۔

دو ننھی جانیں ان آوازوں کو حیرت سے سن رہی تھیں۔

تپتی ریت پر ننگے پیر کھڑے دو دوست آدم اور مراد، شدتِ پیاس سے اِن کے ہونٹ خشک اور شدتِ حیرت سے اِن کی آنکھیں پھٹی تھیں۔

وہ سامنے کھڑے شہزادے کو دیکھ رہے تھے۔اس کے گرد چار پانچ آدمی تھے۔ایک دو کے ہاتھ میں کیمرہ تھا اور ایک مسلسل کچھ بول رہا تھا غالباً وہ ڈائریکٹر تھا۔

شوٹنگ شروع ہو چکی تھی۔کیمرے کا فوکس پہلے اس کی آنکھوں پر تھا۔بھوری بادامی آنکھوں میں عجب بے نیازی تھی۔وہ آنکھیں سامنے ڈھلتے سورج کو دیکھ رہی تھی۔پسِ منظر کچھ بول بولے جا رہے تھے۔لفظوں کی دھن اس جگہ کو عجیب سے سحر میں لیے ہوئے تھی۔ کیمرہ مین یہ منظر ریکارڈ کر رہا تھا۔

خبرِ تحیّرِ عشق سن

خبرِ تحیّرِ عشق سن

اب اس کے لب بھی ہل رہے تھے۔اس کے لب بھی پسِ منظر چلتے بول کی تقلید کر رہے تھے۔بادامی آنکھیں اداس تھیں ان میں بے چینی تھی۔

نہ جنوں رہا نہ پری رہی

نہ تو رہا نہ تو میں رہا

www.novelsclubb.com

جو رہی سو بے خبری رہی

خبرِ تحیرِ عشق سن

خبرِ تحیرِ عشق سن

"کٹ!!"ڈائریکٹر کی آواز پر سب کے اعصاب ڈھیلے پڑے۔

اب ڈائریکٹر کی اگلی ہدایات پر عمل درآمد جاری تھا۔کہیں منظر بدل رہا تھا تو کہیں کیمرے کا رخ درست کیا جا رہا تھا۔اس شہزادے کو ہدایات دی جا رہی تھیں۔

کچھ پل بعد دوبارہ شوٹنگ شروع ہو چکی تھی۔اب کلک کلک کی آوازیں بھی فضا میں شامل ہو چکی تھیں۔

کالے رنگ کے شلوار کُرتے میں ملبوس اور کندھوں پر کالی شال ڈالے اب وہ وجیہہ انسان تپتی ریت پر بیٹھا ڈھلتے سورج کو اداسی سے دیکھ رہا تھا اور اگلے ہی لمحے مٹھی میں ریت بھری۔

کیمرہ مین دھڑا دھڑ اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔

اس کے ماتھے پر بکھرے بال اب ہوا کے ساتھ الجھ رہے تھے۔ مگر آنکھیں ہنوز ڈھلتے سورج کی سمت تھیں۔ اس کے ارد گرد یوں جیسے ریت کا طوفان تھا۔ ہوا ہلکی تھی مگر اس کے ساتھی ہاتھوں سے ریت اڑا کر یہ منظر generate کرنے کی کوشش میں تھے۔

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا

کہ چمن ظہور کا جل گیا

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا

کہ چمن ظہور کا جل گیا

وہ ساتھ ساتھ اپنے لبوں کو بھی جنبش دے رہا تھا مگر اب اس کے لب ہلنے سے انکاری تھے وہ اب اپنی آنکھیں موند گیا اور پیچھے پڑے بڑے سے سیاہ پتھر پہ کمر ٹکا گیا۔اس کا ہاتھ اس کے دل کے مقام پہ تھا اور لبوں پہ زخمی سی مسکراہٹ۔

مگر ایک شاخِ نہالِ غم

مگر ایک شاخِ نہالِ غم

جسے دل کہو سو ہری رہی

نہ تو رہا نہ تو میں رہا

جو رہی سو بے خبری رہی

خبرِ تحیرِ عشق سن

خبرِ تحیرِ عشق سن

"کٹ!!" ڈائریکٹر پھر گویا ہوا۔وہ اپنی جگہ سے ہٹا اور گاڑی سے ٹیک لگا گیا۔

www.novelsclubb.com

"پانی؟"ڈائریکٹر نے ارد گرد دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ شہزادہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ڈائریکٹر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"کیا آج کے لیے اتنا کافی ہے؟؟"وہ اس سارے میں پہلی بار بولا۔آواز چاشنی سے زیادہ میٹھی تھی۔ڈائریکٹر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"کیوں؟؟ہیرو تھک گیا ہے کیا؟؟"وہ چہرے پہ مسکراہٹ سجائے ایک ابرو اچکائے بولا۔

"چلو اگلا سین کرتے ہیں۔"وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔

ڈائریکٹر ہنسا تھا۔"چلو!"ڈائریکٹر نے پانی کی بوتل کو لبوں سے لگایا اور پھر اپنی جگہ سنبھال لی۔

منظر پھر بدلنے لگے کیمرے کی سیٹنگ کی جانے لگی اور کچھ دیر بعد شوٹنگ پھر سے شروع ہو گئی

اُداس بادامی آنکھیں اب ٹھنڈی اور بے تاثر تھیں۔

اب وہ صحرائی شہزادہ اپنی جگہ سے اٹھا اور قدم دور بے نشاں منزل کی طرف بڑھا دیے۔
کیمرے میں فقط اس کی پشت ریکارڈ ہو رہی تھی۔اس کی شال یہی ریت پر تھی۔

اور وہ دور دشت میں پناہ تلاش کرنے نکل گیا تھا۔ریت اس کی مٹھی میں تھی۔

www.novelsclubb.com

کیا خاک آتشِ عشق نے

کیا خاک آتشِ عشق نے

اب ریت اس کی مٹھی سے پھسلتی جا رہی تھی مگر وہ مسلسل ڈھلتے سورج کو دیکھ رہا تھا۔

ہوا کی وجہ سے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ننگے پاؤں ریت میں دھنسے ہوئے تھے۔ایک
کیمرہ اسے پشت سے شوٹ کر رہا تھا اور ایک اسے سامنے سے۔

دل بے نوائے سراج کوں

کیا خاک آتشِ عشق نے

دل بے نوائے سراج کوں

نہ خطر رہا نہ حذر رہا

نہ خطر رہا نہ حذر رہا

مگر ایک بے خطرہ رہی

نہ تو رہا نہ تو میں رہا

جو رہی سو بے خبری رہی

خبرِ تحیّرِ عشق سن

خبرِ تحیّرِ عشق سن

www.novelsclubb.com

مدہم بول کہیں بہت پیچھے رہ گئے تھے اور وہ کہیں بہت آگے نکل آیا تھا۔

"کٹ" اسی آواز کے ساتھ تالیاں بجنے لگی۔اور صحرائی شہزادہ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔اس نے پلٹ کر دیکھا سب مسکرا رہے تھے۔وہ ان کا مسکرانا سمجھتا تھا۔

کسی کو بھی اس گرم موسم میں اس تپتی ریت پر کام کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔اب کام کا ختم ہونا ان کے لیے باعثِ سکون تھا۔اب ایک نظر اس نے تپتی ریت میں دھنسے پاؤں کو دیکھا اور ایک نظر ڈھلتے سورج کو،یہی منظر اسے سب سے خوبصورت منظر لگتا تھا۔دلفریب نظارہ ڈھلتے سورج کا نظارہ اور ریت میں دھنسے پاؤں۔

"کتنا عجیب ہوں میں!!" وہ بس سوچ کر رہ گیا۔

"کمال کر دیا مجتبیٰ عالم خان!!" اب ڈائریکٹر اس کی طرف آ رہا تھا۔اس نے بھی اسی جانب قدم بڑھا دیے۔

ان بے تاثر آنکھوں میں اب گرمجوشی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجتبیٰ well-done" ڈائریکٹر اسے گلے لگائے مبارکباد دے رہا تھا۔

"ویسے آپ کچھ زیادہ ہی نہیں مہربان ہو رہے مجھ پہ؟؟" وہ ابرو اُچکائے شوخ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"ظاہر ہے آگے بھی مجھے گانے کے لیے کسی ماڈل کی ضرورت پڑے گی اور مجھے کسی سے تو بنا کے رکھنی ہو گی۔" ڈائریکٹر بھی ایک آنکھ دبائے رسانی سے بولتا گیا۔

اس جواب پر وہ مسکرا دیا۔ڈائریکٹر حسن امتیاز اور مجتبیٰ خان دونوں اچھے دوست تھے۔ ان دونوں نے اپنے کریئر کا آغاز ماڈلنگ سے کیا لیکن بعد میں حسن نے ایک پروڈکشن ہاؤس کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام شروع کر دیا اور اب وہ اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ لیکن مجتبیٰ نے ماڈلنگ کو ہی ترجیح دی۔پہلے اس نے چھوٹی موٹی کمرشلز کیں پھر باقاعدہ ماڈلنگ شروع کر دی اور بہت سے شوز کی زینت بنا۔

لیکن بڑی سکرین کا یہ پہلا پروجیکٹ تھا جہاں مجتبیٰ ایک گانے میں ماڈل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا تھا۔یہ حسن کے توسل سے ہی اسے کام ملا تھا۔

وہ لوگ اب اپنا سامان سمیٹ کر واپس جانے کی تیاری میں تھے۔

"آدم چل مجھے پیاس لگی ہے "

"رک!! دیکھ بس یہ جانے لگے ہیں پھر ہم بھی چلیں جائیں گئے۔"

"ٹھیک ہے تو رہ ادھر ہی میں چلتا ہوں اور ماسی کو تیری شکایت بھی لگاؤں گا۔" مراد اب ماتھے پر بل ڈالے بولا۔

"اچھا چل پانی پیتے ہیں۔"

وہ دو دوست ننگے پاؤں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اب دور کنویں کی جانب بڑھ گئے۔

"ویسے آدم تُو کیوں ان کو دیکھ رہا تھا؟ "

"کسے دیکھ رہا تھا میں؟؟" آدم نے بھنویں سکیڑے پوچھا۔

"وہ جو لوگ ادھر تھے، شہری لوگ، اونچی عمارتوں والے، بڑی بڑی گاڑیوں والے "

www.novelsclubb.com

"پتہ نہیں لیکن مجھے اسے دیکھنا اچھا لگتا ہے، وہ جو مائیک والے لوگ آتے ہیں وہ مجھے نہیں اچھے لگتے لیکن جب جب یہ خان آتا ہے میرا جی چاہتا ہے میں اسے دیکھوں۔"

"کیا نام تھا اس خان کا؟" آدم نے سوچنے والے انداز میں مراد سے پوچھا

"مجتبٰی عالم خان" مراد نے اس کا ہاتھ پکڑے یونہی جواب دیا۔

"ہاں!! دیکھ کتنا اچھا نام ہے۔" آدم خوشی سے چہکا۔

"چل چھوڑ اب پانی پلا مجھے۔۔" وہ دونوں کنویں تک پہنچ چکے تھے۔ آدم نے کنویں میں رسّی پھینکی جس کے ساتھ ایک خستہ حال مٹکا بندھا تھا۔

وہ دونوں کنویں میں سر جھکائے نیچے پانی میں گرتے ہوئے مٹکے کو دیکھ رہے تھے۔ کنواں کافی گہرا تھا۔

مٹکا پانی میں گر چکا تھا اور اس کی آواز اوپر تک ان دونوں کو سنائی دی تھی۔

اب وہ دونوں رسّی کو پیچھے کی جانب کھینچ رہے تھے اور مٹکا آہستہ آہستہ اوپر کی جانب آرہا تھا۔

مٹکے کے اوپر آتے ہی آدم نے اسے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں میں لیا، مراد کی جانب رخ کر کے ترچھا کر دیا۔

مراد بھی اپنی ہتھیلیاں پھیلائے کھڑا تھا۔ آدم نے پانی انڈیلنا شروع کیا۔ ڈھلتے سورج کے عین سامنے گہرے کنویں سے نکالا گیا پانی اب قطرہ قطرہ مراد کے حلق سے اتر رہا تھا۔

یوں جیسے وہ بارہ سال کا بچہ صدیوں سے پیاسا تھا۔

"کبھی کبھی کچھ سال صدیوں پر محیط ہو جاتے ہیں، کبھی کبھی صدیاں چند ساعتوں میں گزر جاتی ہیں۔"

وہ بھی صدیوں کا پیاسا تھا جسے چند ساعتوں میں سیراب کر دیا گیا تھا۔

باری باری دونوں نے پانی پیا اور پھر واپسی کے راستے قدم بڑھا دیے۔

دوسری جانب شوٹنگ کا سامان سمیٹ کر گاڑی میں رکھ دیا گیا تھا۔اب سب واپس اپنے شہر کی جانب نکلنے لگے تھے۔

"حسن تم سب جاؤ میں کچھ دیر بعد نکلوں گا۔" مجتبیٰ سامنے چلتی ہوا سے اُڑتی ریت کی طرف دیکھ کر بولا۔وہ کافی تھکا سا لگ رہا تھا۔

"ہاں چل تو کچھ اور لوکیشنز دیکھ لے شوٹنگ کیلئے مجھے ایک ضروری کام ہے۔" وہ موبائل پر نمبر ڈائل کرتے مصروف سے انداز میں بولا۔

مجتبیٰ سامنے پراسراری ہوا کو دیکھنے میں مگن تھا۔

یہ ریت کے ٹیلے، یہ پراسرار آندھی، یہ ڈھلتا سورج یہ سب اتنا پُرکشش کیوں تھا اس کے لیے۔کیوں یہ جگہ اتنی مانوس تھی اس کے لیے، کیا یہاں کوئی اپنا تھا یا اس جگہ اسے کوئی کام سر انجام دینا تھا۔بہر حال یہ کوئی سحر تھا جو اس پہ طاری ہو جاتا تھا۔

"اندھیرا ہونے سے پہلے نکل آنا راستے خراب ہیں۔" حسن نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے تنبیہی انداز میں کہا۔

"اچھا۔" مجتبٰی نے یک لفظی جواب دے کر اشانے اُچکائے البتہ نظریں سامنے کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔

حسن اور اس کی ٹیم اس صحرائی حدود سے نکل کر اپنی منزل کی جانب بڑھ گئے۔

مجتبٰی نے اپنے ننگے پاؤں میں جوتے اڑسے اور قدم گاڑی کی جانب بڑھا دیے۔ اب وہ گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا سر پیچھے ٹکائے تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

مجتبٰی نے اپنی آنکھیں موند لیں اور ایک ہاتھ دل پر رکھ لیا۔ آنکھوں کی اسکرین پر گہری سیاہ آنکھیں ابھری۔

"مسکراتی آنکھیں۔۔" وہ زیرِ لب بڑبڑایا، بے ساختہ ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

وہ صحرائی شہزادہ کھلے آسمان تلے، تپتی ریت، ڈھلتے سورج اور اڑتی دھول میں ایک ہاتھ دل پر رکھے، آنکھیں بند کیے مسکرا رہا تھا۔

اگر کوئی اسے اس حال میں دیکھے تو پاگل ہی سمجھے۔

"دیوانہ "ایک آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولی۔

"دیوانہ "

"دیوانہ "

اس آواز پر مجتبیٰ نے آنکھیں کھول لیں اور ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا۔اب وہ گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا سامنے سے گزرتے فقیر کو دیکھ رہا تھا۔فقیر اسے دیکھ کر ہی دیوانے کی صدا لگا رہا تھا۔

مجتبیٰ نے نا سمجھی اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات سے اس کی جانب دیکھا۔

فقیر سبز چولہ زیب تن کیے، گلے میں رنگ برنگے موتیوں کی مالا پہنے مسکراتی نظروں سے مجتبیٰ کو دیکھ رہا تھا۔

فقیر کے روکھے سیاہ بال کندھوں سے تھوڑا اوپر تھے۔ایک ہاتھ میں بانس کا ڈنڈا پکڑا اور ایک ہاتھ میں سیاہ کٹورا تھا۔

انگلیوں میں بھی کالے اور بھورے نگینوں والی انگوٹھیاں تھیں۔

مجتبیٰ جواب طلب نظروں سے فقیر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"ضبط کر رومت!" فقیر مسکرا کر بولا۔

اور اب فقیر یہی لفظ دہرا رہا تھا۔

"ضبط کر رومت "!

مجتبیٰ یک لخت ہی بونٹ سے نیچے اترا اور چند قدم بڑھا کر عین فقیر کے سامنے کھڑا ہوا۔

"کس سے باتیں کر رہے ہو؟" مجتبیٰ نے ماتھے پر بل ڈالے پوچھا۔

"تم سے!" فقیر نے انگلی سے مجتبٰی کی جانب اشارہ کیا۔

"رومت، ضبط کر!" فقیر اب بھی مسکرا رہا تھا

"میں نہیں رو رہا۔۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا، ماتھے پر بل ہنوز تھے۔

"تیری آنکھیں برس رہی ہیں" فقیر اب قدم آگے بڑھا گیا البتہ اب سر کو آگے پیچھے جھٹک رہا تھا۔

"پاگل" مجتبٰی نے سر جھٹکا۔

فقیر چلتے ہوئے اونچی اونچی صدائیں لگا رہا تھا۔ وہ فقیر کی پشت کو دیکھ کر رہ گیا۔

اس کا موڈ اب بے حد خراب ہو چکا وہ سیدھا اب کار کی جانب بڑھا۔ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے ایک نظر سامنے سورج کو دیکھا۔

سورج اب ڈھل چکا تھا۔ نیلے آسمان پر نارنجی لکیریں سورج کے ڈوبنے کی گواہ تھیں۔

مجتبٰی نے کار کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

کچھ پل سر سیٹ کی پشت سے ٹکائے رکھا پھر گاڑی سنسان راستوں کی جانب بڑھادی۔

سورج ڈوب چکا تھا اور وہ بے سراغ راستوں سے نکل کر اب من چاہی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

"دیکھ وہ لوگ چلے گئے۔" مراد نے دور سے ہی اس جانب اشارہ کرتے ہوئے آدم کو مخاطب کیا۔

"اونہہ وہ چلے بھی گئے۔ میں نے خان کو گاڑی چلاتے ہوئے دیکھنا تھا۔" آدم نے قدرے افسوس سے سر جھٹکا۔

"وہ پھر آجائے گا فکر نہ کر۔" مراد ہاتھ جھلاتے ہو بولا لیکن آدم اس کو نظر انداز کر کے اسی جانب بھاگ رہا تھا جہاں ابھی کچھ دیر پہلے شوٹنگ ہو رہی تھی۔

"آدم۔۔!! رک تو کہاں جا رہا ہے۔" وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

آدم تیز تیز بھاگتا ہوا اب اسی جگہ کھڑا تھا جہاں شوٹنگ کا سامان تھا اور ٹائرز کے نشانات بھی موجود تھے۔ مراد بھی بھاگتا ہوا اب اس کے پاس آ کھڑا ہوا مگر سانس ابھی تک پھولا تھا۔

"تو ادھر کیوں آ گیا؟؟" وہ چڑ کے بولا تھا۔

آدم اسے نظرانداز کر کے پلاسٹک کی بوتل اٹھا رہا تھا جس میں تھوڑا سا پانی ابھی موجود تھا۔

"یہ دیکھ پانی!! چاچا بتا رہے تھے شہر کا پانی بہت میٹھا ہوتا ہے۔" وہ مراد کو بوتل دیکھاتے ہوئے بولا اور ساتھ ہی پانی کی بوتل کو منہ سے لگا لیا۔ مراد یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

"بتا کیسا ہے؟" جونہی بوتل آدم کے لبوں سے جدا ہوئی مراد اچھل کے بولا۔

"یہ لے تو بھی پی کے دیکھ لے۔" اس نے بوتل اس کی جانب بڑھا دی۔ مراد نے فوراً اس بوتل کو لبوں سے لگا لیا۔

"ہاں یہ تو میٹھا ہے۔" وہ دونوں آنکھیں کھولے مزے سے بولا۔

"چل اور بھی دیکھتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی وہ دونوں مخالف سمت بھاگ کر پانی تلاش کرنے لگے لیکن وہاں خالی پلاسٹک کی بوتلوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ان کے چہرے بجھ سے گئے۔

"چل گھر چلیں ورنہ ماں ناراض ہو گی۔" آدم نے مراد کے چہرے پہ اداسی دیکھتے ہوئے گھر جانے کی بات کی۔ وہ اسے یوں اداس نہیں اچھا لگتا تھا۔

"چل، چلتے ہیں۔ "

مراد نے جھک کے ایک خالی بوتل اٹھائی اور آدم کے ساتھ چلنا شروع کر دیا۔

اب دو دوست ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اور دوسرے ہاتھ میں خالی بوتل پکڑے رازونیاز کی باتیں کرتے اپنی کچی بستی کی جانب چل دیے۔

یادوں کی سنسان راہوں پر

بے نشاں منزل کی جانب

رہبر سے بچھڑ کر

راہزن سے لٹ کر

ہے اک قافلہ رواں

وہ اس قد آور آئینے کے سامنے کھڑی آنکھوں میں ناگواری لیے اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔

دراز قد، شانوں پہ گرتے سیاہ بال، سیاہ آنکھوں میں گہرا کاجل۔ ہلکے گلابی رنگ کی گھٹنوں تک آتی قمیض اور چوڑی دار پاجامے میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"Costume party"

وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ اُس نے چہرے پر پھسلتی لٹوں کو ہاتھ کی مدد سے کان کے پیچھے کیا۔

آنکھوں میں ناگواری ہنوز تھی۔

نظروں نے اب آئینے سے دیوار پر لگی تصویر تک کا سفر طے کیا۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس تصویر کی جانب بڑھ رہی تھی۔سامنے دیوار پہ ایک بڑی سی تصویر آویزاں تھی جس میں ایک عورت پوری شان وشوکت سے تین بچوں کے ساتھ صوفے پر براجمان تھی۔

گہری سیاہ آنکھیں تمکنت سے چمک رہی تھیں، فہم وفراست سے لبریز نگاہیں، دمکتے چہرے کے گرد سفید ڈوپٹے کا ہالہ بنائے وہ قسمت کی دیوی کروفر سے تین بچوں کے درمیان بیٹھی تھی۔اس کے لبوں پہ پُرکشش سی مسکراہٹ تھی۔

اب وہ تصویر کے عین سامنے کھڑی مسکرارہی تھی آسودہ سی مسکراہٹ۔کچھ لمحوں بعد اس نے بولنا شروع کیا۔

" آپ مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتیں تھیں۔"وہ شاید خود کو اس بات کا یقین دلا رہی تھی۔

" کوئی کیسے کسی کی سانسیں چھین سکتا ہے۔ایسا اختیار تو کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔"اس نے اپنی آنکھیں کرب سے میچ لیں۔

" کاش انسان صرف قدرتی اور حادثاتی موت مرتے، یوں کسی انسان کو کسی کے ہاتھوں مرنے کا خوف نہ ہوتا۔" اب سیاہ آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ وہ تصویر سے نہیں خود سے مخاطب تھی۔

" قدرت کے فیصلوں پہ صبر آ جاتا ہے جلد صبر آ جاتا ہے۔

حادثوں پر یقین کرنا بھی مشکل نہیں ہے مگر سوچی سمجھی تدبیر کے تحت کسی کے ہاتھوں اپنی قیمتی شے گنوانا روح کو زخمی کر دیتا ہے ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔" اس کی نظریں تصویر پہ مرکوز تھیں۔

" رمشا بی بی آپ کو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔" کمرے کے باہر کھڑی ملازمہ نے اسے آواز دی۔ وہ جو تصویر میں موجود عورت کو دیکھتے خود سے مخاطب تھی ملازمہ کی آواز پہ خالی خالی نظروں سے اپنے ارد گرد دیکھا۔ اپنی situation سمجھ آنے کے بعد خود کو کمپوز کیا پھر ایک ناپسندیدہ سی نظر بند دروازے پر ڈالی۔

" اونہہ !!" اس نے سر جھٹکا اور قدم الماری کی طرف بڑھا دیے۔

گلاس وال پردوں سے بے نیاز شام کا منظر دیکھا رہی تھی۔

اک خوشگوار شام

سوندھی سی ہوا

پرندوں کا شور

اور ستاروں کی آمد کی اطلاع

باہر شام قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی مگر گلاس وال کے اندر کی فضا بوجھل تھی۔

ماضی میں کھویا کھویا سا ایک وجود، اداس دل اور نم آنکھیں کسی قریبی کی یاد میں، کسی اپنے کے خیال میں۔

دیوار گیر الماری کی شیشے کی سلائیڈ پیچھے دھکیلے وہ خالی خالی نظروں سے سامنے سلیقے سے رکھے کپڑوں کو دیکھ رہی تھی۔

وہ کیوں یہاں کھڑی تھی کیا کچھ چاہیئے تھا؟

کس کی تلاش میں تھی کیا کچھ کھو گیا تھا؟

"ماں!!"لاشعوری طور پر ڈور اس کے اندر ایک یہی لفظ گونجا۔

"آخری اولاد کو والدین سے اتنا لگاؤ کیوں ہوتا ہے؟ آخر کیوں آخری اولاد سے والدین کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے؟

اگر یہ فطرت کا قانون ہے تو بہت ہی دلکش ہے۔"

اس کی اداسی اب مسکراہٹ میں بدل چکی تھی۔

مگر والدین کے جانے کے بعد سب سے زیادہ suffer چھوٹوں کو ہی کرنا پڑتا ہے اور اگر یہ بھی فطرت کا قانون ہے تو بہت اذیت ناک ہے۔"اور اس کے ساتھ ہی مسکراہٹ کہیں کھو سی گئی۔ماضی کی یادیں ایک فلم کی طرح اس کے ذہن میں چلنے لگی۔

کچھ خوبصورت یادیں، دھندلائے منظر، قہقہوں کی گونج اور شرارتیں۔

وہ دور کتنا خوشگوار تھا، معصوم بچپن اور سیاست سے دور زندگی۔

"قسمت میں جو لکھا ہے وہ ہو کر ہی رہنا ہے۔اسی لیے آپ جس بھی مقام پر ہے اس کے ہر لمحے کو enjoy کرنا سیکھیے۔ہر پل کو دل سے جیئے اور اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو جینے کی اداکاری کریں اگر اداکاری نہیں کر سکتے تو جلد از جلد اس ہنر کو سیکھ لیں۔" ایک خوبصورت نسوانی آواز اس کی سماعتوں میں گونج رہی تھی۔اس کی آنکھیں بند اور لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس کے رگ وپے میں سکون سا اتر رہا تھا یہ آواز ہے ہی ایسی تھی۔

اس نے آنکھیں کھول لیں اور سامنے کھلی الماری سے ہلکے گلابی رنگ کا دوپٹہ نکالا اور ایک میرون شال۔

اب وہ دوبارہ قد آور آئینے کے سامنے تھی۔ڈوپٹے سے چہرے کی گرد ہالا بنا ہے اور شال کندھے کے ایک جانب ڈالے بااعتماد لگ رہی تھی۔

"اداکاری کہاں مشکل ہوتی تھی اپنا اصل دکھانا مشکل ہوتا ہے۔" اس نے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔

www.novelsclubb.com

وہ رفتہ رفتہ زینوں سے اتر رہی تھی شال کا پلو سیڑھیوں کو چھو رہا تھا اور وہ تمکنت سے نیچے اتر رہی تھی۔

زمان جعفر نیچے صوفے پر براجمان اس کے انتظار میں تھے۔رمشا کو آتا دیکھے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی جانب بڑھ گئے۔

رمشا نے چہرے پر جھولتی لٹوں کو کان کے پیچھے کیا اور اپنے ڈوپٹے کے ساتھ جدوجہد کرتی اب زمان جعفر کے سامنے کھڑی تھی۔ "costume" وہ منہ بسور کر بولی۔

"اونہہ costume نہیں قومی لباس ہے۔"زمان صاحب نے اسے مصنوعی سا جھڑکا۔

"ڈیڈ یہ قوم اور قومیت کی باتیں ایک سیاست دان کے منہ سے اچھی نہیں لگتی۔"وہ مسکراہٹ دبائے اب زمان جعفر کو تنگ کر رہی تھی۔

"اوکے اوکے بہت دیر کر دی آپ نے costume پہنتے۔"دونوں نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے

"دیر کب کی مہربانی کی ہے آپ پر ڈیڈ!!اور اب آپ بھی مجھ پر مہربانی کر کے ایک نوازش کریں۔"وہ آنکھ دبائے شوخ انداز میں بولی۔وہ دونوں اب داخلی دروازے کو عبور کرتے باہر وسیع قطعے پر پھیلے سبزہ زار کو دیکھ رہے تھے۔

"ہم نوازشیں کرنے کے عادی ہیں بتائیں کیا چاہیے؟"وہ بھی اسی کے انداز میں بولے۔

"کچھ خاص نہیں بس اجازت چاہیے۔"سامنے گاڑی تیار کھڑی تھی اور گارڈ دروازہ کھولے کھڑا تھا۔پانچ چھ گاڑیاں سکیورٹی کی بھی کھڑی تھیں۔

"کیسی اجازت؟"وہ دونوں گاڑی کے کھلے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"چلیں بتاتی ہوں۔۔۔!"وہ دونوں اب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی اور مین گیٹ کی طرف بڑھا دی۔کچھ لمحوں بعد وہ وسیع سبز قطعے کو عبور کر کے مین گیٹ سے نکل گئے۔اب گارڈز کی گاڑیاں اور زمان جعفر کی گاڑی مین دوڑ پر جا نکلیں۔

مین گیٹ کے باہر موجود گارڈ نے اب گیٹ بند کر دیا اور باہر لگی تختی کو کپڑے سے صاف کیا۔گرد کی وجہ سے تختی پر دھندلائے لفظ اب صاف نظر آرہے تھے۔

"زمان محل"

راہِ سنسان

سفرِ ناتمام اور منزل لاپتہ

دشت ہی دشت

وحشت زدہ طلسم

اک موہوم سی امید

اک کمزور سی دلیل

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تم ہو شامل زندگی میں

زندگی ایک سفر ہے جو انسان کی سانسوں تک چلتا رہتا ہے اور آخری سانس کے ساتھ ہی اختتام پذیر ہو کر اپنی منزل پا لیتا ہے۔ منزل موت ہے اور موت ایک سفر کا ختم ہونا اور دوسرے سفر کی طرف روانہ کرنا ہے۔

کیا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا؟؟ کیا موت بھی یہ سلسلہ منقطع نہیں کر سکتی؟

وہ اپنی نظریں سامنے روڈ پر ٹکائے احتیاط سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔۔

جسم ابھی تک صحرائی تپش کے زیرِ اثر تھا۔ پاؤں کی انگلیوں میں ابھی تک ریت کے ذرات محسوس ہوتے تھے اور دماغ اس سفر کو جانے کہاں کہاں جوڑے بیٹھا تھا۔ اس کی سوچ میلوں پیچھے کا سفر طے کیے پچھلے دو تین سالوں میں ہوئے واقعات کے گرد گھوم رہی تھی۔

شروع شروع میں ناکام ماڈلنگ، زیرو فین فالونگ، باپ کی ناراضگی، ماں کی خفگی مگر پھر بھی وہ اپنے اس شوق سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹا۔ فرمانبردار بیٹے کی ایک نافرمانی ماڈلنگ، لیکن وقت

گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اب مختلف ماڈلنگ شوز کی زینت بنتا جا رہا تھا اور اب اسے باقاعدہ ایک گانے میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع بھی مل گیا تھا۔

پھر سوچ نے انہی تین گزرے سالوں کا طواف کیا اب اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری اور دماغ کی سکرین پر مسکراتی آنکھیں ابھری گہری سیاہ آنکھیں۔

زندگی ایک سفر ہے مگر کئی سفروں کا مجموعہ ہے۔ ہم ایک ساتھ کئی سفر طے کر رہے ہوتے ہیں نا جانے کتنی ہی منزلوں کے منتظر ہوتے ہیں۔ ہم رزق کی تلاش میں پہلے سیٹل ہونے کے لیے نکلتے ہیں پھر کچھ محبت کی سیڑھی چڑھنے لگتے ہیں ساتھ ہی مستقبل کی پریشانی پال لیتے ہیں اور پھر خاندان کو بھی پروان چڑھایا جاتا ہے لیکن یہ یہاں بس نہیں ہوتا پھر بڑھاپے کی فکر ستاتی۔

وہ بھی سفر میں تھا محبت کا سفر، ابتدائی سیڑھیوں سے بہت آگے یا اختتام سے تھوڑا پیچھے مگر وہ وہاں تھا جہاں سے واپس لوٹنا مشکل تھا۔

www.novelsclubb.com

ماضی کی آزمائشیں محض یادیں ہوتی ہیں نہ اچھی نہ بری بس یادیں ہوتی ہیں تجربے ہوتے ہیں۔وہ بھی سنسان راستوں پر ڈرائیور کرتا انہی یادوں کے زیرِ اثر تھا کہ اچانک صحرائی خطے پر کسی کے بولے گئے الفاظ اس کے ذہن میں گونجے۔وہ عجیب سے حلیے والا آدمی،وہ وحشت زدہ نگاہیں اور پراسرار سی مسکراہٹ۔اسے یکدم ہی خوف محسوس ہونے لگا۔وہ کئی گھنٹوں سے سفر میں تھا بغیر کسی ہمسفر کے۔

اندھیرے میں ڈوبا سماں، چمکتا چاند، گہری ہوتی رات، سنسان راستے اور مجتبیٰ خان۔یہ سارا منظر ہی اس کے لیے ہمیشہ سے پر کشش رہا ہے مگر آج یکدم ہی ہر شے، ہر منظر سے اس کی دلچسپی ختم ہو گئی تھی۔وہ الفاظ اس کے ذہن میں گونج رہے تھے۔وہ عجیب سے حلیے والا انسان اس کے حواسوں پر سوار ہو چکا تھا۔اسے وحشت ہو رہی تھی اس کے انداز سے،اس کے الفاظ سے۔کوئی کیسے اپنا حلیہ بگاڑ سکتا ہے۔

"اونہوں " psychopath وہ حلق تک کڑوا ہوا۔

اب آسمان پر اندھیرے کے ساتھ ساتھ بادل بھی چھا رہے تھے۔ سیاہ بادل جو آندھی کی نوید سناتے تھے۔

اس نے ڈیش بورڈ سے موبائل اٹھایا اور ایک نمبر ملا کر فون کان سے لگایا۔ گھنٹی جا رہی تھی اور وہ یونہی فون کان سے لگائے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

دوسری طرف بیڈ پہ پڑا فون مسلسل بج رہا تھا اور واش روم سے کھلے نل سے بہتے پانی کی آواز آ رہی تھی۔ وہ جو منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھی ringtone کی آواز پر چونکی۔ چہرہ اٹھا کر سامنے لگے آئینے کی طرف دیکھا۔ وہی بھوری بادامی آنکھیں، دراز پلکوں سے گرتی پانی کی بوندیں، چہرہ اوپر اٹھانے سے کھلے بالوں کی چند لٹیں اس کے چہرے پر آ گریں۔ اس نے بال کان کے پیچھے کیے، ہاتھ بڑھا کر تولیہ پکڑا اور پانی سے تر چہرے کو صاف کیا۔ فون کی گھنٹی بند ہو کر دوبارہ بجنی شروع ہو چکی تھی۔

وہ واش روم سے باہر نکلی اور قدم موبائل کی جانب بڑھا دیے۔

"حد ہے بھائی ویسے، صبح سے رات ہونے کو ہے لیکن آپ کی کوئی خبر ہی نہیں۔" وہ فون کان سے لگاتے ہی غصے سے بولی۔

وہ اس کے اس ردعمل سے محظوظ ہوا تھا۔

"اب آپ کچھ بولیں گئے کہ چپ رہنے کا ارادہ ہے۔" وہ پھر خفگی سے بولی۔

"چپ رہنے کا ہی ارادہ ہے۔" وہ مسکراہٹ دبائے بولا۔

"واؤ میرا ابھی اب سونے کا ارادہ ہے پھر انشاءاللہ ابا جان آپ کا استقبال کریں گئے۔ "

"اوووووو نور گڑیا!! میں بس آرہا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اچھلا تھا

"اوہ ہو ڈر گئے کیا؟؟ چچ چچ" وہ بھی مزے سے بولی۔

"ڈرتا تو میں کسی کے باپ سے نہیں، بس اپنے باپ سے ڈر لگتا ہے۔" اس نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

وہ جو آنکھوں میں ڈھیروں شوخی لیے پرجوشی سے مجتبٰی سے مخاطب تھی یکدم ہی آنکھوں کی جوت بجھ سی گئی۔

"آپ کو بابا کی ناراضگی سے ڈر لگتا ہے نا؟" وہ پوچھ نہیں رہی تھی وہ جانتی تھی۔

"ہاں!! بس ایک شوق تھا ماڈلنگ، چھوڑ دوں گا اسے دل بھر گیا ہے۔ اب بابا کو اور ناراض نہیں کر سکتا۔" اس کا لہجہ سنجیدہ تھا مگر آنکھیں شاید رنجیدہ۔

وہ میکانکی انداز سے چلتی ٹیرس کی جانب بڑھ گئی۔ ٹیرس سے جھانکو تو نیچے کا منظر صاف دیکھائی دیتا تھا۔ چھوٹا سا گیراج، سیاہ گیٹ، روڈ پر اکا دکا مسافر اور چند قدم دور ڈھابا اور ڈھابے کی گہما گہمی۔

"کیا واقعی شوق تھا؟" وہ نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز کیے بولی۔

"ہمم۔۔۔" دوسری جانب سے یک لفظی جواب آیا۔

"کیا آپ شوق اور جنون کے درمیان کا فرق نہیں جانتے۔۔؟" نا چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

"لفظوں کو تولنا چھوڑ دو گڑیا" !!

"انسان کو زندگی میں اپنوں کی خاطر بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے بعض دفعہ خود کو بھی۔"وہ سامنے روڈ پر نظریں ٹکائے لہجے میں نرمی لیے بولا۔

"تو آپ بہت کچھ چھوڑ کر کب واپس آرہے ہیں۔"بہت کچھ پر زور دیے بولی۔

"بہت جلد۔۔"وہ مسکرایا تھا۔

"میں انتظار کر رہی ہوں۔"وہ بھی مسکرائی تھی۔

"اوکے!!"مجتبیٰ نے ساتھ ہی کال کاٹ دی۔

اذہا نور اب دونوں ہاتھوں سے موبائل تھامے بادلوں کے پیچھے چھپے چاند کو دیکھ رہی تھی۔

ٹھنڈی ہوا کی سنسناہٹ ساز کی مانند سنائی دیتی تھی۔اس کے کھلے بھورے بال ہواؤں سے الجھ رہے تھے اور وہ بادامی آنکھیں چاند کے سحر میں جکڑیں تھیں۔

اس ٹیرس کا منظر بہت دلکش تھا،وہاں کچھ بہت مکمل تھا۔

کھلا آسماں

اندھیرے میں ڈوبا جہاں

پورا چاند

چاند کے ارد گرد بادلوں کا ڈیرہ

اور اذہا نور

----

www.novelsclubb.com

مین روڈ پر تیز رفتار گاڑیاں اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھیں۔ جگہ جگہ پولیس ناکوں پر پہرہ دے رہی تھی۔ مختلف چیک پوسٹ سے ہو کر وہ میٹنگ ایریا پہنچنے ہی والے تھے۔ یہ علاقہ شہر سے کافی دور تھا۔ جہاں مخالف پارٹی سے ملاقات شیڈول تھی۔ وہ کار کا شیشہ نیچے کیے

باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔ کھلے شیشوں سے اندر آتی سرد ہوا اس کے کھلے سیاہ بالوں سے الجھ رہی تھی۔ ہوا سے ڈوپٹہ پہلے ہی سر سے پھسل چکا تھا۔ گہری کالی آنکھوں میں پانی جمع تھا شاید ہوا کے زریعے سے آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا۔ وہ جو کچھ بھی تھا آنکھ سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔ بہتا نمکین پانی بھی اسے نکالنے میں ناکام تھا۔ وقتاً فوقتاً گرتی بوندوں نے ہوا کی شدت میں کمی کر دی تھی۔

اس نے اپنی انگلیوں سے آنکھوں کو چھوا وہاں بہت چبھن تھی ان خوابوں کی جو ابھی کچھ لمحوں پہلے ریزہ ریزہ ہوئے تھے۔ بہت کچھ ٹوٹا تھا جس کی کرچیوں سے آنکھوں میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اسے کچھ دیر پہلے والی گفتگو یاد آئی۔

"ڈیڈ!! مجھے آپکی اجازت چاہیئے۔" اس نے ڈرائیور کو دیکھتے ہوئے ہلکی آواز میں سرگوشی کی۔

"کیسی اجازت رمشا؟؟" زمان جعفر جو موبائل پر مصروف تھے اپنا رخ رمشا کی جانب کیا۔

www.novelsclubb.com

رمشا دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملائے نظریں جھکائے لفظ تلاش کرنے لگی۔ زمان جعفر بغور اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ کچھ لمحوں بعد وہ ہمت مجتمع کر کے بولی۔

"میں ماڈلنگ کرنا چاہتی ہوں۔" وہ نگاہیں جھکائے بولی۔ زمان جعفر کی موبائل پر گرفت سخت ہوئی اور آنکھوں میں سختی ابھری۔ یہ سخت تاثرات صرف ایک پل کے لیے ہی تھے۔ پھر سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا وہ جانتے تھے اسے کیسے ہینڈل کرنا ہے اور اگلے ہی پل انہوں نے رمشا کے ٹھنڈے ہاتھوں کو تھاما اور لہجے میں ڈھیروں نرمی لیے بولنا شروع کیا۔

"آپ ان شوز میں جائیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں نے آپ پر کبھی کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی حالانکہ ایسے گھٹیا شوز مجھے کبھی اچھے نہیں لگے۔" لہجے میں سختی نہیں تھی لیکن ان الفاظ میں اپنا جواب تلاشنا اس کے لیے مشکل نہ تھا وہ سر جھکائے ان کے ہر لفظ کو دم بخود سن رہی تھی۔

"ان شوز میں آپ کی شرکت سیاسی نقطہ نظر سے اہم ہے۔ میڈیا کو یہ تاثر ملے گا کہ آپ انڈسٹری کی growth کے لیے کوشاں ہے اور اپنی official meeting میں بھی

آپ کو اپنے ساتھ لانے کا مقصد یہ کہ آپ میڈیا یا اسکرین پر زیادہ سے زیادہ دکھائی دیں مگر ایسے کاموں میں آپکی انوالومنٹ ہماری ساخت کو کتنا نقصان پہنچائے گی کیا آپ کو اس بات کا علم ہے؟؟"ان کا لہجہ اب برف کی مانند ٹھنڈا تھا۔وہ آنکھیں اٹھائے بے یقینی سے اپنے باپ کی ٹھنڈی اور بے تاثر آنکھیں دیکھ رہی تھی۔وہ اس سیاسی انسان سے پہلی بار مل رہی تھی جس کے لیے اپنی بیٹی کے جذبات بے وقعت تھے۔

"ڈیڈ!!میرا خواب۔۔۔"وہ بھرائی آواز میں بولی۔اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کے بولنے سے قبل ہی زمان جعفر بول پڑے۔

"آپ اپنے ہر اس فیصلے میں آزاد ہیں جو سیاسی اعتبار سے میرے راستے کا کانٹا نہ بنے۔ اب ہم اس بارے میں کبھی بھی بات نہیں کریں گئے۔"کبھی بھی پر زور دے کر تحکمانہ انداز میں کہا گیا تھا۔وہ اس کے ہاتھ چھوڑ چکے تھے اور موبائل کی طرف متوجہ ہو گئے۔

رمشا کے ہاتھ بے دم سے گود میں گرے رہ گئے اور سارے خواب بکھرتے ہوئے نظر آئے۔

www.novelsclubb.com

"خوابوں کی حقیقت جانتے ہو کیا ہے؟؟ ٹوٹنا اور ٹوٹ کر بکھر جانا مگر پھر بھی یہ دل و دماغ کا احاطہ کیسے ہوتے ہیں اور روح کو زخمی کیسے دیتے ہیں۔" وہ حال میں واپس آ چکی تھی۔

اس کی سیاہ آنکھوں میں پانی اب سوکھ چکا تھا۔ آسماں سے گرتی بوندیں بھی تھم چکی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کی سرسراہٹ ہنوز تھی۔ اس وجود کو ہوا کے باوجود بھی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ ایک خواب جسے وہ اپنی منزل سمجھتی تھی اس کی تقدیر سے ہی محو ہو چکا تھا۔

گاڑی ایک اونچی عمارت کے سامنے رک چکی تھی۔ زمان جعفر دروازہ کھول کر باہر نکل گئے اور گارڈز بھی اپنی اپنی گاڑی سے اتر کر اس کی گاڑی کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔

"کیا خوابوں سے دستبردار ہونا آسان ہوتا ہے؟" اس نے خود سے سوال کیا مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔

اس نے پل بھر کو آنکھیں بند کیں اور گہرا سانس لیا، شانوں پہ گرا ڈوپٹہ اس نے سر پہ لیا اور گاڑی سے باہر نکل گئی۔

www.novelsclubb.com

زمان جعفر بلڈنگ کی طرف بڑھ گئے اور رمشا اپنے گارڈز کے ہمراہ سفید روش عبور کر رہی تھی۔اس کی شال کا ایک پلو روش کو چھو رہا تھا اور وہ گارڈز کے درمیان بااعتماد چال چل رہی تھی۔

وہ مسلسل ڈرائیو کرتے کرتے تھک گیا تھا مگر سفر تھا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔اس نے اپنی گاڑی روکی اور باہر نکل آیا۔سنسان روڈ،روڈ کے دونوں اطراف میں درختوں کی قطاریں اور خاردار جھاڑیوں والا جنگل۔

وہ اپنی پشت گاڑی سے لگائے جنگل سے آتی عجیب و غریب آوازیں سن رہا تھا مگر اس کی بادامی آنکھیں چاند پر مرکوز تھیں۔کچھ ہی لمحوں بعد ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی شروع ہو گئی تھی۔اس صحرائی تپش کے بعد مجتبیٰ کے لیے اس بارش کے چند قطرے باعثِ رحمت تھے۔وہ

خالی نظروں سے چاند کو دیکھنے لگا، جانے کیا سحر چھپا ہے اس پتھر میں، جو لوگ گھنٹوں اسے دیکھتے رہتے ہیں۔

مجتبٰی نے اپنی نگاہیں چاند سے پھیر لیں، اب وہ سامنے سنسان طویل راستے کو دیکھے گیا جو لا تعداد درختوں میں گھرا تھا۔اس قدر سنسان اور اندھیرے میں ڈوبا یہ راستہ کیا کبھی کسی کہ منزل نہیں رہا ہو گا؟ کیا یہ ہمیشہ یونہی رہے گا؟

ان راہوں کے راہگزر کہاں ہے؟

کیا یہ راستہ کسی کی منزل میں نہیں آتا؟

اگر راہزن بھی خالی ہاتھ لوٹ گئے تو؟

قافلہ تو دور کیا تنہا بھی کوئی یہاں نہیں آتا؟

وہ ان سنسان راہوں میں تنہا اپنی سوچوں میں ڈوب گیا۔

www.novelsclubb.com

" میں کہاں شوق اور جنون میں فرق سمجھتا ہوں۔اگر سمجھتا ہوتا تو شوق کو جنون نہ بننے دیتا۔" وہ سامنے طویل سڑک کو دیکھے خود سے بڑبڑایا۔

" شوق تو دل کی کوئی عارضی سی خواہش ہے مگر جنون یہ دماغ کی پیداوار ہے جو وقت کے ساتھ شدت پکڑتا ہے۔"

" دل بہلانے سے بہل جاتا ہے مگر دماغ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتا کیونکہ دماغ جمع نفی کرنا جانتا ہے۔نتیجے سے پہلے نتیجہ نکالنا جانتا ہے۔" وہ خود سے بڑبڑا رہا تھا۔وہ مایوس تھا کہیں الجھا تھا کہیں بہت دور، اسے ایسی سوچوں سے وحشت ہو رہی تھی مگر یہ جگہ اس سے بھی زیادہ وحشت زدہ تھی۔

آسمان سے گرتی بوندوں نے اب شدت اختیار کر لی تھی۔جنگل سے آتی آوازیں بھی تیز ہو رہی تھیں۔اس نے گہرا سانس لیا اور گاڑی کی جانب پلٹ گیا۔

www.novelsclubb.com

اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور فرنٹ سیٹ سنبھال لی۔ گاڑی اب پھر اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ سنسان راہیں پھر سے سنسان ہو گئیں تھیں۔ ایک راہگیر تھا جو کچھ پل رکا تھا فقط کچھ پل کے لیے۔

----

www.novelsclubb.com

اک سیاہ بند ڈائری

اس پہ ایک سرخ گلاب

گلاب بھی کھلا کھلا سا

بند کتاب کے ورق کون پلٹے گا

کون کسی کے عشق کا راز جانے گا

پورا چاند، بادلوں سے گھیرا آسمان اور برستی بارش۔۔

صحن میں لگے پودے ہلکی بارش سے بھیگ رہے تھے اور پتے ہوا کے سحر میں تھے۔ ہوا کے دوش سے پتے ایک دوسرے سے ٹکرا کر شور پیدا کر رہے تھے۔

کھلی کھڑکی اور کھڑکی سے آتی سرد ہوا اس وجود سے ٹکرا رہی تھی۔ وہ کرسی پر بیٹھے ٹیبل پہ ایک ہاتھ دھرے اور دوسرے سے قلم پکڑے گہری سوچوں میں گم تھی۔

"کہاں سے شروع کروں؟؟ کیا نام ہونا چاہیے اس کا؟" وہ غالباً اپنی سیاہ ڈائری میں کچھ لکھنے کے متعلق سوچ رہی تھی۔

اس نے اپنی نظریں ارد گرد گھمائیں، کمرے کی لائیٹس بند ہونے کے باوجود بھی اندھیرا نہ تھا۔ اس کے پاس پڑی موم بتی نے پورے کمرے کو روشن کر رکھا تھا۔ موم بتی سے اٹھتی زرد

آنچ کا عکس ان عنبر آنکھوں میں قید تھی۔ بھورے بال زرد روشنی میں سنہرے معلوم ہوتے تھے۔

اس کی نظریں بک شیلف پر تھیں مگر سوچ کہیں اور تھی۔ وہ لفظوں کی تلاش میں تھی۔

"احساسات کو بیان کرنے کیلیئے کیا الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے؟؟" ایک آواز اس کے اندر گونجی۔

باہر کا موسم کمرے کے موسم سے بہت مختلف تھا۔ کمرے میں خاموشی حائل تھی اور وہ وجود سوچوں میں غرق جبکہ باہر بارش ہر گزرتے وقت کے ساتھ تیز ہو رہی تھی۔ گرتی بوندوں کا ساز ہر لمحہ شدت اختیار کر رہا تھا۔ چلتی ہوا بھی کہاں رکنے کو تیار تھی۔ اب ہوا کی شدت سے اس خاموش نیم تاریک کمرے کے پردے پھڑ پھڑا رہے تھے۔ موم بتی بھی جل بجھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں لفظوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔" اس نے ہونٹوں کو جنبش دی مگر آواز کانوں تک نہ پہنچی۔ آواز کانوں تک پہنچتی بھی کیسے؟؟ کانوں کو کسی اور آہٹ کا انتظار تھا۔ عنبر آنکھیں کسی اور منظر کی منتظر تھیں۔

"لفظ ہمممم۔۔۔" وہ کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھے گہری سوچ میں تھی۔

"انسان کو لفظوں کی گہرائی میں نہیں اترنا چاہیے، اس کے ہر معنی کو نہیں پرکھنا چاہیے۔ یہ سحر انسان کو کہیں گمراہ نہ کر دے۔" وہ کچھ پل بعد خود سے بڑبڑائی۔

وہ کیسے یہ بات کہہ سکتی تھی وہ کب لفظوں کی گہرائی میں اترتی تھی اس کو کہاں الفاظ سے کھیلنا آتا تھا۔

"الفاظ کیسے کسی کو گمراہ کر سکتے ہیں۔" اپنی اندر اٹھتی سوچوں کو اس نے خود ہی رد کیا۔

بارش اب تیزی سے برس رہی تھی اور برستی بارش کا شور اسے ڈسٹرب کر رہا تھا۔

"بارش نہیں پسند مجھے۔۔۔" وہ آنکھوں میں ڈھیروں ناگواری لیے خفگی سے بولی۔

www.novelsclubb.com

"ہمیشہ عجیب مایوسی کے اندھیروں میں دھکیل دیتی ہے یہ بارش۔۔۔"

"مجھے یہ بارش کی بوندیں بھی نہیں پسند، پتہ نہیں یہ کیوں آسمان سے گرتی ہیں اگر گرتی بھی ہیں تو اتنا شور کس بات کا؟؟ یہ شور مجھے اداس کرتا ہے۔۔" وہ آنکھیں بند کتاب پر ٹکائے اداسی سے خود سے مخاطب تھی۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی ڈائری پہ رکھا سرخ گلاب ایک ہاتھ میں لیا اور اس سیاہ کتاب کو کھولا۔ اس کا ہر صفحہ خالی تھا۔ اس نے پہلا صفحہ یونہی خالی چھوڑ دیا دوسرے صفحے پر قلم گھسیٹنا شروع کیا۔

"گرتی بوندوں کا شور" اُس نے پہلی سطر کے وسط میں لکھا۔

"اداس بارش کے نام" اب وہ دوسری سطر کے وسط میں قلم چلا رہی تھی۔

"اے اداس بارش کی بے چین بوندوں!!" وہ ایک پل کو رکی اور کھڑکی سے باہر دیکھا جیسے بارش کو مخاطب کر رہی ہو۔ چلتی ہوا ایک پل کو رک سی گئی مگر اداسی ہر سو تھی۔ اس نے پھر سے لکھنا شروع کیا۔

"اپنے شور سے مجھے ڈرایا نہ کرو!!" بارش زرا کی دیر تھم سی گئی وہ جو ہر طرف شور تھا اب قدرے کم ہو گیا تھا۔وہ آج بارش سے باتیں کر رہی تھی اور بارش اس کو سن رہی تھی۔

"ڈر بھی جاؤں تو بہلایا نہ کرو!!" وہ سر جھکائے لکھ رہی تھی مسکرا رہی تھی۔آسودہ سی مسکراہٹ بارش کے تھمنے سے۔۔۔

ذرا توقف کے بعد وہ پھر سے ڈائری پہ جھکی۔

"کالی گھٹاؤں سے ہو کر آتی ہو!!"اب کہ بجلی چمکی تھی وہ ڈر کے تھوڑا پیچھے کو ہوئی۔ بارش پھر سے شروع ہو چکی تھی مگر ہلکی بوندا باندی۔

"آسماں کو چھو کر آتی ہو!!"ایک نظر باہر دیکھ کر وہ پھر سے لکھنے میں مگن ہو گئی۔

"ہواؤں سے الجھ کر آتی ہو" !!

" گرنے سے بھی گھبراتی ہو!!"اس نے آنکھیں بند کیں اور گہرا سانس لیا۔ بھلا گرنے سے کون نہیں گھبراتا وہ بس سوچ کر رہ گئی۔

"مگر گرنے کا شور مچایا نہ کرو "!!

"اپنے شور سے مجھے ڈرایا نہ کرو!!"اس نے قلم چھوڑ دیا اور سر کرسی کی پشت پر ٹکائے کھڑکی کے اس پار بارش کے گرتے قطروں کو دیکھ رہی تھی۔ بارش کافی حد تک تھم چکی تھی۔

اس نے ایک سرسری سی نظر اپنی ڈائری پہ ڈالی۔

"اف ایک مکمل غزل کہاں لکھ سکتی ہوں میں۔۔ خیر!! میں نے کونسا دیوان شائع کروانا ہے اپنا۔۔"اس نے سر جھٹکا اور یونہی بے وجہ کھڑکی کے باہر کا منظر دیکھنے لگی۔وہ کافی دیر خالی الذہنی بیٹھی کھڑکی کے پار دیکھتی رہی۔ بارش اس پہ کچھ ایسا ہی اثر رکھتی تھی۔

اب بارش تھم چکی تھی۔ بادل بھی آسمان سے غائب ہو چکے تھے۔چاند مگر پورے آب و تاب سے روشن تھا۔چاند کی روشنی سے پورا صحن روشن تھا۔کچھ دیر پہلے بادلوں سے ڈھکا آسمان اب صاف ہونے کو تھا۔ گرتی بوندوں کی آواز اب سنائی نہیں دیتی تھی مگر اداسی ہنوز تھی۔وہ چپ تھی جیسے کچھ کھو گیا ہو یا وہ اس اداس بارش میں کہیں دور نکل گئی ہو۔

شور کے بعد ایک سکون سا تھا خاموشی سی تھی ہر طرف اور مگر اس کے لیے ہر سو اداسی کا ماحول تھا۔

گاڑی کے رکنے کی آواز نے اس سکوت کو توڑا۔وہ کرسی سے اچھلی تھی۔اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔اس کے کمر تک آتے بال کھلے تھے لٹیں چہرے پہ جھول رہی تھے اور دوپٹہ گلے میں تھا۔اس نے جلدی سے جھولتی لٹیں کان کے پیچھے کیں اور باہر کو بھاگی۔اس کے پاؤں جوتوں سے بے نیاز تھے۔کمرے سے باہر نکلتے ہی اس نے قدموں کی رفتار آہستہ کرلی۔

اس کے کمرے کے ساتھ ہی ماں کا کمرہ تھا۔

"کہیں ماں جاگ ہی نہ جائے۔۔"اس نے خود کو ہلکی سی چت لگائی۔

وہ اب دبے پاؤں چل کر دروازے کے سامنے کھڑی تھی جو جالی کا تھا سامنے صحن صاف نظر آتا تھا۔اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔

ٹھنڈی اور پانی سے تر زمین پر پاؤں رکھتے ہی اسے اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا کہ وہ جوتا پہننا بھول گئی۔

"افففف" مگر وہاں خیال کسے تھا۔

"حائمہ نور یوں شام کے بعد ننگے سر باہر نہ جایا کرو۔" ماں کی نصیحت اسے اچانک یاد آئی۔

اس نے ایک نظر اوپر آسمان کو دیکھا آدھی رات کا وقت، چاندنی رات اور خاموشی۔ اس نے جلدی سے ڈوپٹے سے سر کو ڈھکا اور سیڑھیوں کی طرف ننگے پاؤں تیزی سے بڑھ گئی۔

وہ تیزی سے زینے پھلانگ کر چھت پر آئی اور آگے بڑھ کر اس نے دیوار پہ ہاتھ رکھا اور سر جھکائے نیچے دیکھنے لگی۔

وہ اس وسیع چھت پر آدھی رات کو تن تنہا کھڑی تھی جانے کیوں؟ چاند اس رات اس کی موجودگی کا گواہ تھا۔

اس کا سر ڈھکا تھا اس نے ایک ہاتھ سے ڈوپٹے کا ایک کونہ پکڑے اپنا آدھا چہرہ بھی ڈھانپ لیا اب صرف آنکھیں نظر آ رہی تھی عنبر آنکھیں۔ وہ آنکھیں رات کے اندھیرے میں

چاند کی روشنی میں کسی کی منتظر تھیں۔گاڑی سیاہ گیٹ کے سامنے کھڑی تھی۔اب گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

وہ آنکھوں کو جھپکے بغیر نیچے دیکھ رہی تھی۔ایک وجود گاڑی سے باہر نکلا۔اس وجود کی پشت تھی حائمہ کی طرف،وہ وجود بے مقصد ہی سامنے دیکھ رہا تھا۔

"مجتبیٰ" حائمہ کے لب ہلے اس کی عنبر آنکھیں اس وجود کی پشت پر ہی تھیں۔وہ ساکت کھڑی رہی۔

اس نے بیل بجانے کی زحمت نہیں کی مگر گیٹ پہلے ہی کھل چکا تھا۔گیٹ کھلنے کی آواز پہ وہ مسکرایا تھا۔اس نے گاڑی کو لاک کیا اور گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔اس نے اپنی پشت پر کسی کی نظریں محسوس کیں مگر نظرانداز کر کے گیٹ عبور کر گیا۔

کوئی اس کے انتظار میں تھا مگر وہ کبھی جان ہی نہ سکا۔ہم کیوں کسی کے انتظار میں یہ بات بھول جاتے ہیں کوئی ہمارا بھی منتظر ہو گا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اب اس خالی جگہ کو دیکھ رہی تھی جہاں وہ کچھ لمحے پہلے کھڑا تھا۔ وہ اب وہاں نہیں تھا وہ چلا گیا تھا یا پھر وہ کبھی آیا ہی نہیں تھا۔ وہ ڈھکا چہرہ اب چاند کی روشنی میں نمایاں تھا۔ اب نہ سر ڈھکا تھا نہ چہرہ، چاندنی

رات میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا عنبر آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ اس معصوم چہرے سے کچھ دیر والی اداسی اب غائب ہو چکی تھی۔ وہ وہاں سے پلٹ گئی اسے پلٹنا ہی تھا اب وہاں کون تھا؟؟ چاندنی رات میں چھت کے وسط میں کھڑے وہ پل بھر کو رکی۔ زمین پر گرتا حائمہ کا سایہ بھی پل بھر کو رکا۔ اس کا سایہ اس کے قد سے کئی گناہ بڑا نظر آ رہا تھا۔ حائمہ نے ایک نظر چاند کو دیکھا پھر مسکرا کر زینوں کی جانب بھاگ گئی۔ اس کا سایہ بھی اس کے ساتھ ہی ہو لیا۔

اس نے کمرے میں پہنچ کر دروازہ بند کیا۔ تیز ہوتی دھڑکنیں اب سنبھل چکی تھیں۔ وہ ٹیبل کی طرف بڑھی اور کھلی ڈائری کو بند کرنے کی غرض سے ہاتھ بڑھایا لیکن پھر رک کر کھڑے کھڑے قلم پکڑا اور ڈائری کا صفحہ پلٹا اور صفحے کے وسط میں قلم سے کچھ لکھنے لگی۔

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا

www.novelsclubb.com

وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا

وہ مسکرائی تھی۔ پھر اس نے قلم رکھ دیا اور ڈائری بند کر دی۔ ڈائری ہاتھوں میں لیے بک شیلف کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ ڈائری ہاتھ میں پکڑے اسے کچھ دیر پہلے کی situation یاد آئی۔

وہ جو کچھ دیر قبل گرتی بوندوں کے شور میں گہری سوچوں میں گم تذبذب کا شکار تھی کہ کہاں سے شروع کروں؟؟ کیا نام ہونا چاہیے؟؟

کیا واقعی یہ شروعات تھی یا کسی انجام کا آغاز تھا؟؟

کیا واقعی اسے اب بھی کسی نام کی ضرورت تھی؟؟

اس نے اپنی بے لگام ہوتی سوچوں کو جھٹکا۔ ڈائری بک شیلف میں رکھی اور خود پلنگ کی جانب بڑھ گئی۔

www.novelsclubb.com

روشنیوں کے شہر سے دور

ایک سنسان مگر آباد سا علاقہ

اس علاقے کے تنگ و تاریک راستے

رات کے اندھیرے میں ہوتے کچھ سودے

اور ان میں ضائع ہوتی کچھ انسانی جانیں

www.novelsclubb.com

رات کے اس پہر ہر سو خاموشی تھی۔ گرتی بوندوں کی آواز بھی کہیں کھو سی گئی تھی۔ آسمان پر بادل ہنوز تھے مگر اب بارش تھم چکی تھی۔ بارش کی وجہ سے جگہ جگہ پانی کھڑا تھا۔ ٹھہرے پانی میں پورے چاند کا عکس دیکھائی دیتا تھا۔ان تنگ و تاریک گلیوں میں چھوٹے چھوٹے مکانوں اور کارخانوں کی بھرمار تھی۔ یہاں کے مکین بہت پہلے یہ علاقہ چھوڑ چکے تھے

اور اب بیشتر خالی مکانوں میں کارخانوں کا سامان تھا اور جو اکا دکا مکان آباد تھے وہاں بھی کارخانے کے ملازمین رہتے تھے۔ یہ تنگ گلیاں ہر اس کالے دھندے کی گواہ تھی جو یہاں ہوا کرتے تھے۔

کچھ سال پہلے انہی تنگ و تاریک گلیوں میں ہر نیا دن عید جیسا ہوتا تھا اور ہر رات سجی محفل کی طرح آباد ہوتی تھی۔ پھر ایک دن ہر چیز نظرِ آتش ہو گئی۔ نا جانے کتنی جانوں کو اس آگ نے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا اور پھر یہ علاقہ کبھی آباد نہ ہو سکا۔ کسی کو کہتے سنا ہے کہ کسی ادھوری محبت کی بد دعا کا اثر تھا۔ کسی کو یہاں آخری بار گڑ گڑاتے دیکھا تھا، کوئی پردے کے پیچھے چھپا بے بسی سے کسی کو پکار رہا تھا۔ اور وہ چلا گیا پھر کبھی نہ پلٹا۔ مگر ایک طوفان نے اس جانب رخ کیا اور ہر چیز راکھ کا ڈھیر بن گئی اور پھر یہ گلیاں آسیب زدہ کہلانے لگیں مگر جلد ہی ان سنسان راہوں پر آسیب راج کرنے لگے۔ ہر کالے دھندے کی ڈیکنگ یہاں ہونے لگی۔

ان آسیب زدہ تنگ گلیوں میں وہ آہستہ آہستہ بڑی احتیاط سے قدم آگے بڑھا رہا تھا۔ وہ پی کیپ پہنے اور منہ پہ سیاہ ماسک چڑھائے ہوئے تھا۔ چاندنی رات میں بس اس کی آنکھیں ہی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیکھائی دیتی تھیں۔ وہ تیز تیز قدموں سے ایک کے بعد ایک چھوٹی مگر تنگ گلیوں سے ہوتا آگے بڑھ رہا تھا۔ چاندنی رات میں بھی یہ گلیاں اندھیرے میں ڈوبی تھیں۔ پورے میں بس اس انسان کے قدموں کی بازگشت تھی جواب منزل کے قریب آتے ہی آہستہ قدم اٹھا رہا تھا۔ پل بھر کو وہ ٹھٹکا یہاں کوئی تھا۔ قریب سے کسی کے سانس لینے کی آواز آ رہی تھی۔ اس کے قدم زنجیر ہوئے تھے۔ وہ رک کر یہ آواز سننے لگا۔ پھر جس جانب سے آواز آ رہی تھی اس نے اُس جانب دیکھا۔ اندھیرا ہونے کے باعث اسے کچھ نظر نہ آیا۔

اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے اپنا اسمارٹ فون نکالا اور اس کی ٹارچ لائٹ آن کی۔ ٹارچ کی روشنی پہلے شٹر پر پڑی۔ پھر شٹر سے ہوتی ہوئی اس نفس پر پڑی جو وہاں ایک گندا سا کپڑا سر تک تانے لیٹا تھا۔ وہ ایک بند دکان تھی جس کے آگے ایک بڑا سا زینہ تھا اور وہ شخص وہاں لیٹا تھا۔

وہ ڈرا نہیں مگر اسے تشویش ہوئی۔"یہ کون ہو سکتا ہے؟ بھلا اس وقت یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" بہت سے سوال اس کے دماغ میں ابھرے۔ پھر بلا آخر اس پی کیپ والے نے اس نیم سوئے شخص کو آواز لگائی۔

"سنو؟؟" سامنے لیٹے شخص پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔اس کے وجود میں ہلکی سی جنبش تک نہ آئی۔

"اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟؟" وہ پھر سے گویا ہوا مگر جواب ندارد۔

"اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟؟" وہ اب قدرے اونچا بولا تھا۔

وہ سویا وجود ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا مگر چادر ابھی تک اس کے وجود سے لپٹی تھی۔اس نے سست روی سے اپنا ڈھکا چہرہ چادر سے آزاد کیا اور چہرہ موڑ کر روشنی کے جانب دیکھے گیا۔گھپ اندھیرے میں اچانک روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں اس نے آنکھیں موڑ لیں۔

سامنے کھڑا شخص اس کی حرکات کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

"کیا ہے؟؟ کیوں اٹھایا مجھے؟؟ پہلے بھی میں نے کہا تھا میرے پاس کچھ نہیں، مال نہیں آیا ابھی شاید آج آجائے۔" وہ عجیب سے بگڑے لہجے میں بولے جا رہا تھا۔ آواز اور انداز سے باؤلا معلوم ہوتا تھا۔

"میں پہلے کب آیا تمہارے پاس؟" اس نے پھر پھوٹتی روشنی کی جانب دیکھا اور ایک بار پھر آنکھوں میں شدید جلن ہوئی۔ اس نے اپنی آنکھیں زور سے میچ لیں۔

"تو اب کیوں آئے ہو؟" وہ بگڑے تیور لیے بولا۔

"تم یہاں کیا کرتے ہو؟؟"

"سوتا ہوں ادھر۔۔"

"اور؟؟"

"انتظار"

"انتظار کس کا"

www.novelsclubb.com

"اپنی زندگی کا۔۔"اور وہ شخص پھر چادر سر تک تان کر لیٹ گیا۔

"زندگی کا؟؟لوگ موت کے انتظار میں ہیں اور تم زندگی مانگ رہے ہو "!!

"اے زیادہ فلسفہ جھاڑنے کی ضرورت نہیں!! جا یہاں سے سونے دے مجھے!"وہ تلملا کر بولا تھا۔

"زندگی۔۔۔؟؟سفید پاؤڈر؟؟اونہہ۔۔"اس نے سر جھٹکا۔

"تجھے کیا مسئلہ ہے؟؟"وہ بھی ماتھے پر بل ڈالے بولا۔

"تمہیں یہاں ڈر نہیں لگتا۔"دفعتاً اس نے اس شخص کے غصے کو نظرانداز کیا۔

"تمہیں ڈر نہیں لگ رہا؟"وہ لیٹے ہوئے اس کی جانب رخ کر کے بولا۔

اب سامنے خاموشی چھا گئی۔

"میرا جواب بھی وہی ہے جو تمہارا ہے۔"سامنے سے کوئی جواب نہ پا کر اس باؤلے نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں کوئ نقصان پہنچا سکتا ہے یہاں۔"پی کیپ پہنے اس شخص نے اب بھی ہمت نہ ہاری۔

"تمہیں بھی تو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے یہاں۔"اس نے پھر اسی کا سوال اسی کو لوٹایا۔

سامنے پھر خاموشی چھاگئی۔

"ویسے مجھے یہاں نقصان پہنچائے گا کون؟؟"وہ پھر اٹھ بیٹھا تھا"دیکھو یہاں کوئی انسان نہیں۔"وہ عجیب انداز میں ہنسا تھا کسی پاگل کی مانند۔۔۔

"انسانوں سے دامن چھڑا کر تو یہاں آیا ہوں۔لوگوں کا بس چلے تو جسم کا گوشت بھی نوچ ڈالیں۔"اب اس نے گردن موڑ کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا پھر ہلکا سا مسکرایا۔"جاؤ گھر اپنے!!زیادہ دیر اس جگہ ٹھہرنا تمہارے حق میں بہتر نہیں۔تمہارے گھر والے تمہارا انتظار کر رہے ہوں گئے۔شکل سے اچھے گھر کے لگتے ہو۔ "

"تمہارے گھر والے بھی تو تمہارا انتظار کرتے ہوں گے۔"پی کیپ پہنے شخص کو اب وہ پاگل نہیں لگ رہا تھا،وہ شاید نشے کے زیرِ اثر تھا۔

وہ جو گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا، پھر آنکھوں کی جوت بجھ سی گئی۔

"میرے گھر والے۔۔۔"وہ زخمی سا مسکرایا یوں جیسے ایک سرد لہر نے ہر زخم تازہ کر دیا ہو۔

"کہاں ہے تمہارے گھر والے ؟؟"اسے اب تشویش ہوئی۔

"چلا جا یہاں سے !!"وہ بولا تو آواز لڑکھڑا گئی۔اس نے اپنی آنکھیں زور سے میچ لیں اور چادر چہرے تک تان کر دوبارہ سے لیٹ گیا۔

"کہاں ہے تمہارا گھر" !!

"میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں"!!

"بتاؤ مجھے کچھ ؟؟"وہ دوستانہ انداز میں اس سے مخاطب تھا مگر سامنے طویل خاموشی تھی۔وہ کچھ پل یونہی اسے دیکھتا رہا۔

www.novelsclubb.com

"پھر آؤں گا میں۔۔۔" وہ یہ کہہ کر آگے چل دیا۔اسے ایک بہت ضروری کام نمٹانا تھا۔

یہ علاقہ شہر سے کافی دور تھا اور شہر والے بھی اس علاقے سے دور رہتے تھے۔ طویل عرصے سے سنسان رہنے کے باعث ہی جگہ اب مافیاز کے قبضے میں تھی جو اس علاقے پر قبضہ کر کے فیکٹری کھولے بیٹھے تھے اور رات یہاں نشے میں دھت لوگوں کا بسیرا تھا۔وہ شخص بھی انہی میں سے ایک تھا۔

وہ پی کیپ والا انہی گلیوں سے گزرتا ایک گلی کے آخر میں پہنچا جہاں سے آگے کو راستہ نکلتا تھا۔وہ کچا راستہ تھا جہاں ایک ٹرک کھڑا تھا۔وہ آگے بڑھنے ہی لگا کہ ٹرک سے ایک شخص نیچے اترا۔وہ ایک جھٹکے سے دیوار کے ساتھ لگ گیا۔وہ دیوار سے ایستادہ ٹرک سے اترے شخص کی ہر حرکت نوٹ کر رہا تھا۔

چند لمحے یونہی بیت گئے اور وہ آنکھیں سکیڑے سامنے کھڑے ٹرک اور اس آدمی کو دیکھ رہا تھا۔وہ آدمی سامنے نظریں جمائے کھڑا کسی کے انتظار میں تھا۔وہ غالباً ٹرک ڈرائیور تھا۔

ٹرک ڈرائیور نے اپنی جیب سے بھدا سا موبائل نکالا اور نمبر ملا کر موبائل کان سے لگایا۔

"ہاں ابھی تک کوئی نہیں آیا۔" وہ غصے سے پھنکارا تھا۔

"اور یہ راستہ خطرے سے خالی نہیں۔" اسی پل اس کچے ٹوٹے پھوٹے راستے سے دور چلتی گاڑی کی آواز سنائی دی۔

"رک کوئی آرہا ہے! کیا پتہ وہی ہو، میں فون رکھتا ہوں۔" اور اسی کے ساتھ اس نے فون بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اوٹ میں چھپے شخص نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اپنا موبائل نکالا۔

کچھ ہی لمحوں میں ایک سیاہ بڑی سی گاڑی ٹرک سے کچھ فاصلے پہ رکی۔ سامنے کھڑا ٹرک ڈرائیور عجیب انداز میں آنکھیں سکیڑے کھڑی گاڑی کو دیکھے گیا۔ سیاہ کار کا فرنٹ ڈور کھلا اور ایک شخص تھری پیس سوٹ میں ملبوس چہرے پہ سیاہ ماسک چڑھائے نکلا۔ اس آدمی نے دائیں بائیں گردن گھمائی اور پھر سیدھا ٹرک ڈرائیور کی جانب چل دیا۔ ٹرک ڈرائیور بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

اوٹ میں چھپے شخص نے اپنے موبائل کا کیمرہ آن کیا اور ویڈیو بنانے لگا۔

"اوہ تو اس دفعہ باس نے بڑا ہاتھ مارا ہے، تگڑی پارٹی لگتی ہے۔" ٹرک ڈرائیور خود سے بڑبڑایا۔

تھری پیس سوٹ میں ملبوس شخص ٹرک سے چند قدموں کے فاصلے پر رکا۔ ٹرک کی نمبر پلیٹ دیکھی پھر جانچتی نظروں سے ٹرک ڈرائیور کا جائزہ لیا۔ پھر دوبارہ قدم آگے کی جانب بڑھادیے۔

اب ٹرک ڈرائیور اور وہ شخص عین ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔

ٹرک ڈرائیور ابھی بھی عجیب نظروں سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہا تھا۔

"مال تیار ہے۔" نوارد گلہ کھنکار کر مخاطب ہوا۔

ٹرک ڈرائیور جو ٹکٹکی باندھ کر اس شخص کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے اچانک کیے گئے سوال پر ہڑبڑا گیا۔

"ہاں ہاں تیار ہے۔" ٹرک ڈرائیور نے ہڑبڑاہٹ میں جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے وقت اور جگہ ہم بتائیں گے۔مال ابھی کچے کے راستے جائے گا۔کچھ دن وہیں رہے گا اور پھر ہم دوبارہ رابطہ کریں گے۔"وہ تحکمانہ انداز میں بولے گیا۔سامنے کھڑے ٹرک ڈرائیور نے اس کے انداز پہ سوالیہ ابرو اچکائے۔

"مال نہیں پہنچائے گا ہم جب تک باس نہیں کہیں گے۔ابھی صرف ملاقات کی بات ہوئی تھی۔بس ڈیل پکی کرنے آیا ہوں۔"وہ بھی کڑے تیور لیے بولا۔

"لیکن ہماری بات ہو گئی تھی۔"وہ بھی دانت پیستے ہوئے بولا۔

"میرے سامنے تو نہیں ہوئی۔مجھے کیا خبر۔۔۔۔"

"بات کراؤ اپنے باس سے۔"ٹرک ڈرائیور کی بات کاٹ کر وہ بیزاری سے بولا۔

"گھمنڈی۔۔"ماتھے پہ بل ڈالے ٹرک ڈرائیور نے اپنی جیب سے وہی بھدا سا موبائل نکالا اور نمبر ملایا۔

"جی باس کیا حکم ہے؟؟پارٹی سامنے ہے۔"

"مال نہیں دیا ابھی آپ نے کچھ فائنل نہیں کیا تھا۔"

"نہیں نہیں اس کا آدمی لگ رہا ہے۔ "

"اوکے باس۔۔!!" وہ فون پہ مسلسل بول رہا تھا۔

"باس تم سے بات نہیں کریں گے۔ "

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"اپنے باس کو بلاؤ۔"

"تم لوگ۔۔" وہ ابھی کچھ سخت بولنے ہی والا تھا کہ دائیں کان میں لگے بلیوٹوتھ سے بھاری آواز ابھری۔

"کوئی مسئلہ ہے کیا۔ "

"سر یہ مال نہیں دے رہا پہلے آپ سے بات کرے گا۔" اس نے اپنا رخ سامنے کار کی جانب کیا۔ دایاں ہاتھ دائیں کان میں لگے بلیوٹوتھ پہ رکھا اور مؤدب انداز میں بولا۔

www.novelsclubb.com

"ہمم آنے دو۔" پھر سے وہی بھاری آواز اس کی سماعتوں میں گونجی۔

"اوکے سر!!"اس نے مؤدب انداز میں سر جھکایا۔پھر وہ ٹرک ڈرائیور کی جانب مڑا۔

"سر گاڑی میں ہیں۔" وہ دانت کچکچا کر بولا۔

ٹرک ڈرائیور سامنے کھڑے شخص کو خاطر میں لائے بغیر گاڑی کی جانب چل دیا۔وہ گاڑی کو ستائشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔پیسنجر سیٹ پہ کوئی نہیں تھا۔اس نے گاڑی کا پچھلا شیشہ دو انگلیوں سے بجایا۔

کچھ ہی لمحوں میں شیشہ نیچے ہوا۔وہ شخص بھی چہرے پہ سیاہ ماسک چڑھائے ہوئے تھا۔

اوٹ میں چھپے شخص نے کیمرہ زوم کیا مگر وہ اس شخص کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔اس کے چہرے پہ ماسک تھا۔کیا اس کا یہاں آنا وقت کا ضائع ہے؟؟ کیا وہ اس شخص کو نہیں دیکھ پائے گا؟؟ اس کے ماتھے پر بل پڑے۔موبائل پہ بھی گرفت سخت ہوئی۔اس نے اپنا سر جھٹکا اور نظر سامنے جمائی۔

"اچھا تو آپ سے ڈیل طے۔۔۔۔"ٹرک ڈرائیور نے بات شروع کی۔

"بات کراؤ۔۔" ایک گھمبیر مگر خشک آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ٹرک ڈرائیور کو جیسے بریک لگ گئی۔کچھ تھا اس شخص میں جو وہ کچھ بول نہ سکا۔

ٹرک ڈرائیور نے خشک ہوتے لبوں پہ زبان پھیری اور پھر وہی بھدا سا موبائل نکالا اور ایک نمبر ملایا۔

"باس بات کریں۔۔" اس نے موبائل گاڑی میں موجود شخص کی جانب بڑھا دیا۔

اس شخص نے موبائل تھام لیا۔اور کان سے لگائے کچھ کہنے لگا۔

اس کی آواز بہت مدھم تھی۔ان کی باتیں ٹرک ڈرائیور اور اوٹ میں چھپے شخص کو سنائی نہ دی۔

یہ کال فقط کچھ سیکنڈز کی تھی۔کچھ ہی لمحوں بعد گاڑی میں بیٹھے شخص نے فون ٹرک ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا اور اس نے فوراً تھام کر کان سے لگا لیا۔" باس! کیا مال اوکے ہے۔" وہ یونہی فون کان سے لگائے اب اپنے ٹرک کی طرف بڑھ رہا تھا۔اس کی آواز اب مدھم ہو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

تھری پیس سوٹ میں ملبوس آدمی اب کار کی ونڈو پر جھکا تھا۔

"سر مجھے یہ لوگ کچھ عجیب لگ رہے ہیں ہمیں ان پہ نظر رکھنی چاہیے۔ڈیل ہونے کے بعد بھی یہ لوگ جلد مال نہیں دے رہے۔"اس کا سیاہ ماسک اب اتر چکا تھا۔"باقی جو آپ کو ٹھیک لگے۔ "

"ہمم۔۔"گاڑی میں بیٹھا شخص نظریں سامنے کچے راستے پر کھڑے ٹرک کی طرف نظریں جمائے کچھ سوچ رہا تھا۔پھر کچھ لمحوں بعد اس کی بھاری آواز باہر کھڑے شخص کے کانوں میں ٹکرائی۔

" نظر رکھو اس پر۔۔"اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کار کا دروازہ کھول دیا۔ باہر کھڑا شخص مؤدب انداز میں پیچھے کو ہوا۔وہ دونوں اب عین ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے چاند کی روشنی اس نئے شخص کے چہرے کو اجاگر کر رہی تھی جو ماسک سے بے نیاز تھے۔دیوار کی اوٹ میں چھپا شخص چونکا نہیں اس کے تنے نقوش ڈھیلے پڑے اور اس کی جگہ لو دیتی مسکراہٹ نے لے لی مگر آنکھیں ٹھنڈی اور بے تاثر تھیں۔

ان دونوں کے چہرے اب سیاہ ماسک سے بے نیاز تھے۔

"اسے کہو مال دکھائے..!!" پھر سے بھاری آواز مؤدب سے کھڑے شخص کے کانوں سے ٹکرائی۔اس نے سر کو خم دیا اور ٹرک ڈرائیور کی جانب بڑھ گیا۔

"اے مال کھولو!!" وہ کرخت لہجے میں ڈرائیور سے گویا ہوا۔

ٹرک ڈرائیور حیران سا کھڑا سامنے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"تمہیں سنائی نہیں دے رہا۔" وہ پھر سے اسی انداز میں بولا۔

"اچھا! ہاں ٹھیک ہے تم لوگ بھی تسلی کرلو۔" اب وہ تینوں ٹرک کی پچھلی جانب چل دیے۔وہ شخص اب ان تینوں کو دور جاتے دیکھ رہا تھا اسے بائیں دیوار سے وہ نظر نہیں آرہے تھے اس چھپے شخص نے اب بغیر آواز کیے آہستہ سے قدم اٹھائے۔گلی اتنی تنگ تھی کہ دو قدم آگے بڑھ کے ہی وہ دوسری دیوار کے ساتھ لگ گیا۔اب وہ داہنی دیوار کے ساتھ لگے دائیں ہاتھ سے موبائل پکڑے ان کو دیکھ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ٹرک ڈرائیور ہینڈل کو تھامے ٹرک پر چڑھ گیا۔

"سر میں دیکھتا ہوں۔" وہ اس کی جانب اجازت طلب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ سامنے کھڑے شخص کی آنکھوں میں سنجیدگی تھی اس نے سر کو ہلکی سی جنبش دی مگر آنکھیں ٹرک کے اندر موجود سامان پر تھیں۔

وہ اجازت ملتے ہی ٹرک پر چڑھ گیا۔ اس کے سامنے سفید پاؤڈر سے بھرے کاٹن کھلے پڑے تھے۔ ٹرک ڈرائیور کھلے خاکی ڈبوں پر جھکا تھا۔ اوٹ میں چھپا شخص ٹرک کے اندر والے مناظر سے بے خبر تھا مگر اسے کچھ کچھ علم تھا۔

بند سفید پیکٹس کی بدبو سارے میں پھیلی تھی جس کا اثر ان دونوں نفوس پر نہ ہونے کے برابر تھا۔ ٹرک ڈرائیور نے سفید پیکٹ کاٹن سے اٹھایا اور دوسرے شخص کی جانب بڑھا دیا۔ وہ شخص اپنی نظروں سے پڑے سامان کا ایکسرا کر رہا تھا۔

"یہ دیکھ لو۔!!" ٹرک ڈرائیور نے سفید پیکٹ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "مال کی پہچان تو ہے نا" !!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم اپنے کام سے کام رکھو!!" سامنے کھڑے شخص نے دانت پر دانت جما کر کہا۔

"عمر اتنا نہیں تمہارا بس اسی لیے پوچھا۔ ویسے اس کام میں نئے لگتے ہو۔" سامنے کھڑے شخص نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر سفید پیکٹ جھپٹنے کے انداز میں اس کے ہاتھ سے لیا۔

"مجھے تم پر یقین نہیں پہلے ہم مال کا معائنہ کرائیں گے پھر یہ ڈیل آگے چلے گی۔" وہ یہ کہہ کر رکا نہیں اور ٹرک سے نیچے اترا گیا۔

'اے لیکن میرا بات سنو!!" ٹرک ڈرائیور بھی اس کے پیچھے ٹرک سے کود گیا۔

"سر!! مجھے کچھ دن چاہیئے یہ کام بہت رسکی ہے اور ہم کسی پر بھی یونہی اعتبار نہیں کر سکتے۔ "

www.novelsclubb.com

"اے ہمارا مارکیٹ میں نام ہے ایسے ہی نہیں اتنے بڑوں بڑوں تک پہنچ جاتے، اگر ہم تم تک پہنچے ہیں تو۔۔۔۔۔۔۔"

"اچھا تو اور کس کس سے رابطے ہیں تمہارے؟" ایک بھاری آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ وہ دونوں اب اس شخص کی جانب متوجہ ہوئے۔

"ہم اپنے کسٹمرز کی خبر کسی کو نہیں دیتا!" اس کا لہجہ کاٹ دار تھا کوئی کیسے اس کے کام کی بابت اتنی آسانی سے پوچھ سکتا ہے مگر سامنے کھڑے دونوں نفوس اس کے جواب پر بدمزہ ہوئے۔ وہ جانتے تھے اس کام میں ہر کوئی ایماندار ہوتا ہے جب تک اپنا فائدہ نظر آتا رہے۔ جب فائدہ ختم ایمانداری بھی ختم۔

"تم اپنا کام پورا کرلو!! پھر مال کی وصولی ہوگی اور وقت اور جگہ ہم ہی بتائیں گے۔" ٹرک ڈرائیور نے اپنے لب کھولنے کی کوشش کی مگر وہ دونوں نفوس اپنی کار کی جانب چل دیے اور وہ ان کے پیچھے کلستا رہ گیا۔

وہ دونوں اب اپنی کار کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اوٹ میں چھپے شخص نے درشتی سے اپنی جگہ بدلی مگر تنگ گلی میں جگہ جگہ پانی ہونے کے باعث اس کا پاؤں پھسلا تھا۔ دیوار کا سہارا لیے وہ گرنے سے بچ تو گیا مگر اس کا موبائل نیچے پانی میں گر چکا تھا۔

سارے میں اتنی خاموشی تھی کہ موبائل کے گرنے کی آواز پہ سامنے تینوں نفوس نے سنی۔

اوٹ میں چھپے شخص نے لمحے کی تاخیر کیے بغیر اپنا موبائل اٹھایا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

اس کے تیز قدموں تک کی آواز فضا میں گونجی تھی۔

"سر میں دیکھتا ہوں!!" تھری پیس سوٹ میں ملبوس شخص اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

وہ بھی انہی گلیوں کی طرف بھاگا تھا۔

پی کیپ پہنے وہ تیز تیز بھاگ رہا تھا مگر اس کے کانوں میں کسی اور شخص کے قدموں کی بازگشت بھی سنائی دی۔ وہ حواس باختہ ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا اگر وہ پکڑا گیا تو اس کا انجام صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے "موت "

وہ بار بار موڑ کاٹ رہا تھا تاکہ وہ دور نکل جائے اور کوئی اس تک پہنچ نہ سکے۔ دفعتاً وہ ٹھٹکا تھا سامنے گلی بند تھی اور نکلنے کا کوئی اور راستہ نہ تھا۔ اس نے فوراً دائیں بائیں دیکھا اور لمحے کی تاخیر کیے بغیر ایک بوسیدہ مکان میں گھس گیا۔ اس نے اس مکان کو تشویش سے دیکھا جو جل کے راکھ ہوا تھا کوئی ایک دروازہ بھی سلامت نہیں تھا۔ مکان میں داخل ہوتے ساتھ ہی سیڑھیاں تھیں۔ اندھیرے میں اسے کچھ سمجھ نہ آیا اور اس نے فوراً زینوں کا رخ کیا۔

وہ شخص بھی اسی گلی میں تھا جو بند تھی۔اس نے موبائل کی ٹارچ آن کی اور جانچتی نظروں سے اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا۔پھر ایک شیطانی مسکراہٹ اس کے چہرے پہ نمودار ہوئی۔

اب اس کے قدموں کا رخ اسی بوسیدہ مکان کی طرف تھا۔وہ بغیر آواز پیدا کیے اپنے قدم اسی مکان کی طرف بڑھا رہا تھا۔ہر طرف گہری خاموشی تھی۔

وہ اس بوسیدہ مکان میں داخل ہو چکا تھا۔اس نے ٹارچ کی روشنی سے سامنے کا منظر دیکھا۔یہ ایک وسیع ہال تھا شاید، جہاں پڑی ہر چیز راکھ کا ڈھیر تھی۔ہر طرف جالے لگے تھے اور بدبو اس قدر تھی کہ اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہوا۔لیکن وہاں کوئی کمرہ نہیں تھا۔اگر کوئی ادھر تھا بھی تو کہاں چھپتا۔

www.novelsclubb.com

وہ سیدھا آگے کی جانب بڑھ رہا تھا کہ اسے اپنے عقب میں ایک آواز سنائی دی۔اس کے پاؤں زنجیر ہوئے تھے۔اس کا ہاتھ پیچھے اس کی کمر تک گیا۔اس نے پھرتی سے پستول نکال لی۔

"اے کون ہے..؟؟"وہ فوراً پلٹا تھا۔اس نے ٹارچ ادھر اُدھر گھمائی مگر کوئی نظر نہ آیا۔اس کے خوف میں کچھ اور اضافہ ہوا۔

اس کی آواز اوپر چھپے شخص کو بھی سنائی دی۔"اوہ خدایا وہ یہاں تک پہنچ گیا۔۔۔"اسے واقعتاً تشویش ہوئی مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہ تھا۔وہ نہیں جانتا تھا اس کے آس پاس کیا ہے اور وہ کہاں چھپا ہے۔

نیچے کھڑا شخص ہڑبڑاہٹ کا شکار ادھر اُدھر نظریں گھمار ہا تھا۔دفعتاً وہ ٹھٹھکا دور اندھیرے میں اسے کچھ چمکتا ہوا نظر آیا۔اسے یوں لگا جیسے اس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہے۔گھپ اندھیرے میں موتی کی مانند کوئی چیز چمک رہی تھی۔وہ چمکتی ہوئی آنکھیں تھیں،دو سبز آنکھیں۔اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ گیا۔

وہ آنکھیں ابھی بھی دور وہی تھیں۔اسے بس اس وقت ایک ہی خیال آیا اور وہ تھا"موت کا "

اس نے پھرتی سے موبائل پکڑا اور کچھ سوچے سمجھے بغیر بھاگنا شروع کر دیا۔وہ بس بھاگ رہا تھا۔پل بھر کو اسے وہم ہوا کوئی اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔اس نے اپنی رفتار کو بڑھا دیا۔

www.novelsclubb.com

وہ اس بوسیدہ مکان سے نکل گیا اور دفعتاً تنگ و تاریک گلیوں میں پاگلوں کی طرح بھاگ رہا تھا، فقط بھاگ رہا تھا "موت سے"

کوئی اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ لیکن یہ کسی ایک چیز کے بھاگنے کی آواز نہیں تھی۔ ایک بار پھر خوف نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔

اسے اب اپنے پیچھے کسی کے غرانے کی آواز سنائی دی۔ وہ بمشکل سانس لے پا رہا تھا۔ یہ غراہٹ تھی مگر کس کی؟؟ غیر انسانی مخلوق؟؟ کوئی آسیب؟؟ نہیں۔۔

"اوہ خدایا یہ تو جنگلی جانور تھے یا شاید کتے۔۔" وہ جس چیز سے ڈر رہا تھا وہ کتے تھے۔ وہ اندھیرے میں چمکتی آنکھیں کتوں کی تھیں۔۔

وہ اب بھی حواس باختہ بھاگ رہا تھا لیکن اب خوف کہیں نہیں تھا خوف کی جگہ اب غصے نے لے لی۔ اسے رہ رہ کے خود پہ غصہ آ رہا تھا۔

اب پیچھے سے آتی آوازیں کم ہو چکی تھی۔ اس نے رک کر سانس بحال کیا اور نکلنے کا راستہ دیکھنے لگا۔ ہاں وہ پاس ہی تھا زیادہ دور نہیں گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

کچھ ہی دیر بعد وہ اسی کچے راستے پر تھا جہاں اس کی گاڑی اور ٹرک کھڑا تھا۔

"سر!!"اس نے خود کو کمپوز کیے سر کو مخاطب کیا۔

وہ جو ٹرک ڈرائیور پر پسٹل تانے کھڑا تھا اس کی آواز پہ پلٹا۔

"کون تھا؟؟"وہ شخص ہڑبڑایا تھا اس کا چہرہ ماسک سے بے نیاز تھا۔وہ بڑی بڑی مونچھوں والا تیزی سے اس کی جانب لپکا۔

"سر میں نے چیک کیا ہے کوئی نہیں تھا۔"

"پھر آواز کیسی تھی وہ؟؟"اس شخص کی تشویش ابھی بھی کم نہ ہوئی تھی۔

"سر یہاں جنگلی جانور ہیں۔کافی عرصے سے یہ جگہ بند پڑی ہے۔وہ جو آواز سنائی دی تھی وہ بھی انہی جانوروں کی تھی۔"وہ قدرے ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک لفظ ادا کر رہا تھا۔

"اووہ۔۔۔شکر ہے کوئی نہ تھا ورنہ بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو جانا تھا۔ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کہا تھا نہ میں نے۔۔!!تم ایسے ہی شک کر رہا تھا مجھ پہ۔"ٹرک ڈرائیور جو تب سے اس شخص کے عتاب میں تھا،غصے سے بولا۔

"سر یہ ٹھیک کہہ رہا ہے وہاں صرف کتے تھے!!"وہ مؤدب انداز میں بولا۔

"اس وقت یہاں صرف کتے ہی آتے ہیں!!"ٹرک ڈرائیور یہ کہہ کے رکا نہیں ٹرک پہ سوار ہوا اور ٹرک سٹارٹ کر کے نکل گیا۔وہ دونوں اس کی پشت کو دیکھتے رہ گئے۔

"سر!!چلتے ہیں یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں۔ "

"ہمم چلو"وہ دونوں بھی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

وہ جو اندھیرے میں مجسمے کی مانند بغیر حرکت کیے کھڑا تھا اب اسے یقین ہوا کہ نیچے سے آوازیں آنا بند ہو گئیں ہیں۔اس نے ٹارچ آن کی اور دائیں بائیں نظر گھمائی۔وہ ایک کمرہ تھا جہاں وہ کھڑا۔اس کمرے کا حال بھی اسی مکان جیسا۔ہر چیز سیاہ تھی ہر طرف جالے تھے۔اسے اس جگہ سے وحشت ہو رہی تھی۔وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔اس نے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔دفعتاً اس کے پاؤں کے نیچے کوئی چیز آئی تھی۔اس نے ڈر کر اس چیز کو پاؤں

سے ٹھوکر ماری۔ سارے میں گھنگروں کی بازگشت سنائی دی۔ اس نے بیزاری سے سر جھٹکا اور باہر کو نکل گیا۔

وہ تیزی سے تنگ زینے پھلانگتے ہوئے اس عمارت سے باہر نکل گیا۔

اب اس سے آگے کا راستہ وہ بخوبی جانتا تھا۔

----

www.novelsclubb.com

سیاہ رات اور تاریک مستقبل کی ضامن یہی رات

خاموش مگر پراسرار سی خاموشی اور اسی خاموشی میں چلتی رتیلی ہوائیں

وہ شخص پسینے سے شرابور گہرے سانس لے رہا تھا۔اس کے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھی۔آنکھیں بند تھیں اور دماغ مفلوج۔

وہ نہیں جانتا تھا وہ کہاں ہے مگر صرف اتنا کہ کوئی اس پہ مسلسل ریت پھینک رہا ہے۔اس ریت میں اس کا آدھا جسم دھنس چکا ہے اور اب کوئی اس کے چہرے اور سینے پہ مسلسل کسی آلے سے ریت ڈال رہا ہے۔وہ کوشش کے باوجود اپنے جسم کو حرکت نہیں دے سکا۔پورا وجود کسی دباؤ کی زد میں تھا جیسے منوں وزن اس پہ لاد دیا ہو۔

اس کی آنکھیں بھی کھلنے سے انکاری تھیں۔اس کی سانسیں بھی مدھم ہو رہی تھیں۔اسے لگا وہ مر رہا ہے شاید وہ مر گیا اسے کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی۔

ایک ہی پل میں منظر بدلا اور وہ پسینے میں لت پت ایک بیڈ پہ تھا۔وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ اٹھ نہ سکا۔کوئی دباؤ تھا اس کے پورے وجود پہ جو اسے آنکھیں تک نہیں کھولنے دے رہا تھا۔

اس نے ہر کوشش ترک کر دی اور جگہ کو محسوس کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

وہ جس جگہ پہ تھا وہ ایک کمرہ تھا مگر تاریکی میں ڈوبا، آنکھیں ہنوز بند تھیں۔

مگر اسے کمرے کی ہر چیز محسوس ہو رہی تھی۔ بیڈ، سائیڈ ٹیبل، الماری، خود پہ اوڑھا کمبل اور۔۔۔۔

اوہ تو یہ اسی کا کمرہ تھا۔ جانا پہچانا سا مگر وہ پہلے والی جگہ بھی تو جانی پہچانی تھی ریتیلی جگہ، وہ صحرا۔

اس کے سر پہ دباؤ اور آنکھیں وزنی تھیں مگر جسم اب قدرے ہلکا پھلکا محسوس ہوتا تھا۔ وہ اب اٹھ بیٹھا تھا مگر آنکھیں پوری نہ کھل سکیں۔

شاید وہ اب بھی نیند میں تھا۔ وہ کچھ لمحے یونہی آدھ کھلی آنکھیں لیے بیٹھا رہا پھر لیٹ گیا۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد اس کا جسم پھر ایک ان دیکھے دباؤ کی زد میں تھا۔ یہ وزن اس کے لیے نا قابل برداشت تھا۔ لاشعوری طور پہ اس کا دماغ اسے اٹھنے پہ مجبور کر رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر اٹھ بیٹھا اور وزنی ہوئی آنکھوں کو زبردستی کھولنے لگا۔

وہ آدھ کھلی آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔اسے گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔اس نے اٹھنے کی سعی کی اور کامیاب بھی رہا۔

وہ اٹھا اور واش روم کی جانب قدم بڑھا گیا۔

اب وہ ننگے پاؤں واش بیسن کے سامنے کھڑا منہ پہ مسلسل پانی کے چھینٹے مار رہا تھا۔

وہ اب قدرے سنبھل چکا تھا مگر آنکھیں سرخ تھیں۔وہ آنکھیں بند کیے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

"یہ خواب تھا یا خیال؟؟"وہ آنکھیں کھولے سامنے آئینے میں اپنا عکس دیکھے خود سے بڑبڑا رہا تھا۔

"خیال تھا تو کس کا؟؟"

"موت کا"اس کے ذہن میں یہ الفاظ گونجے۔اس نے اپنا سر جھٹکا مگر دماغ اب تک اسی کڑی میں الجھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اور خواب تھا تو کیسا؟" اس کا دھیان پھر اسی خواب کی جانب بھٹکا۔

"شیطانی؟ نفسانی یا الہامی؟؟

گہری خاموشی۔۔۔۔

اس نے اپنا چہرہ خشک کیا اور بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔

وہ بیڈ پہ چت لیٹے ہوئے تھا مگر اب بھی ایک ٹرانس کی کیفیت میں تھا۔ اسے کبھی ایسا خوفناک خواب نہیں آیا تھا۔ ہاں کبھی کبھی اسے sleep paralysis کا سامنا کرتا پڑتا تھا جب وہ بہت تھکا ہوتا تھا یا ذہن کسی گتھی میں الجھا ہوتا مگر ایسا خوفناک خواب وہ آج پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

وہ کچھ دیر یونہی الجھا رہا مگر ایک بار پھر نیند اس پر حاوی ہو گئی۔

\-

www.novelsclubb.com

بند آنکھوں کے پار عجیب سا اندھیرا تھا۔اس اندھیرے میں اسے کسی کی تلاش تھی۔وہ آلتی پالتی مارے، ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنے گھٹنے دبوچے، اکڑوں ہو کر صحرائی ریت پہ بیٹھا تھا۔سانس کو کچھ پل روک کر پھر وہ دھیرے دھیرے چھوڑتا تھا۔یہاں دور دور تک کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔اس نے سمجھ کر ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا جہاں کوئی آنہ سکے۔سورج سر پر تھا مگر اس گرمی میں اسے پرواہ نہ تھی۔اس کی بند آنکھیں اندھیرے میں نظر آتے ایک نقطے پر مرکوز تھیں۔اس سفید نقطے میں سے اب روشنی کی شعاعیں نکل رہی تھی۔لیکن وہ شعاعوں کو نظر انداز کیے صرف اس ہول کو دیکھ رہا تھا جہاں سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔وہ ہول اب اوپر کی جانب آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا اسے بھی اپنے جسم میں کچھ ایسی ہی ہلچل محسوس ہوئی جیسے وہ بھی اوپر آسمان کی جانب اُٹھ رہا ہے کوئی چیز اسے ہاتھوں میں اٹھائے اوپر کی جانب لے جا رہی ہے اور وہ بھی سانس روکے اس عمل کو محسوس کر رہا ہے۔اس کے ہاتھ یخ ٹھنڈے تھے اور ٹانگوں میں جیسے جان ہی نہیں تھی۔مگر اس چہرے پہ عجیب سا سکون تھا۔وہ صحرائی خطے کے اس گرم حصے پر تھا جہاں جانور بھی اس تپش سے گریزاں تھے۔وہاں صرف اس کی سانسوں کی آواز تھی اور

کوئی ذی روح نہ تھا۔ وہ اس عمل میں اس قدر یکسوئی سے متوجہ تھا جیسے آج ہر راز سے پردہ اٹھا لے گا۔ وہ کسی آہٹ، کسی اشارے کا منتظر تھا۔ وہ ہیولہ ہنوز اس کے سامنے تھا۔ وہ اس ہیولے پر نظریں ٹکائے اس تک پہنچنے کی کوشش میں تھا۔ اب اسے کوئی آواز سنائی دی۔ شاید وہ جس کی تلاش میں تھا وہ اسے مل گیا تھا۔ اب مسلسل ایک ہی آواز سنائی دے رہی تھی کسی کے قدموں کی چاپ، کوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہا تھا۔ وہ ہیولہ اب اندھیرے میں اس سے بہت دور جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس نے جھٹ سے اپنی آنکھیں کھولیں اور چہرہ موڑ کر اپنی بائیں جانب دیکھا۔ اس کے ماتھے پر بل ابھرے۔ اس کی بائیں جانب ایک آدمی سر پہ ٹوکرا رکھے اس ریت پر سے گزر رہا تھا غالباً وہ پھیری والا تھا۔ وہ اس قدر دور تھا کہ اس کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دیتی تھی مگر وہ چاپ نہ صرف اس نے سنی تھی بلکہ اس چاپ سے بُری طرح ڈسٹرب ہوا تھا۔ اس کا گھنٹوں کا ارتکاز ضائع ہو گیا تھا۔ لیکن اب اس کی آنکھیں آدمی پر مرکوز تھی آدمی کا ایک ہاتھ ٹوکرے کو سہارا دیے ہوئے تھا اور وہ احتیاط سے ایک ایک قدم آگے بڑھا رہا تھا۔

"زندگی کی شطرنج بڑے بڑوں کو تھکا دیتی ہے۔" وہ اس آدمی کے تھکے تھکے قدموں کو دیکھ کر بولا۔ اب اس کے چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ تھی اور وہ خود سے بڑبڑا رہا تھا۔

"تھک کر گرنے سے بہتر ہے تھکنے سے پہلے ہی سکونت اختیار کر لی جائے۔" وہ بغیر پلکوں کو جھپکے اس آدمی کو دیکھ رہا تھا۔

وہ آدمی ابھی دو قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ گر پڑا۔ وہ اوندھے منہ زمین پر گرا تھا۔ اس کے سر سے ٹوکرا بھی گر کر ریت پر الٹا ہو گیا۔ اس ٹوکرے میں سفید پلاسٹک کے کرے تھے جو وہاں کے رواج کے مطابق عورتیں پہنتی تھیں۔ ریت پر گرنے سے اسے کوئی چوٹ نہ آئی۔ وہ آدمی کچھ پل یونہی ریت پہ اوندھا لیٹا رہا پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور ٹوکرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ریت پر بکھرے سفید کرے ایک ایک کر کے ٹوکرے میں سجائے اور دوبار ٹوکرا سر پہ رکھے آگے کو بڑھ گیا۔

وہ عجیب سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے اس آدمی کو دیکھ رہا تھا۔وہ آدمی اب پلٹ کر بار بار اسی پتھر کو دیکھ رہا تھا جس سے اس نے ٹھوکر کھائی تھی۔پتھر ریت میں پیوست تھا جس کی وجہ سے نظروں سے اوجھل تھا۔

"احمق آدمی۔۔"اس کی مسکراہٹ اب غائب ہو چکی تھی اور وہ فکر مندی سے اس آدمی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"سامنے دیکھ کے چل!!"وہ تھوڑا اونچا بولا لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کے باعث آواز اس آدمی تک نہ پہنچی۔۔

"یہ انسان کی سائیکی ہے جس پتھر سے ٹھوکر کھائے گا بار بار پلٹ کہ اسی پتھر کو دیکھے گا جبکہ آگے کا راستہ ایسے پتھروں سے بھرا پڑا ہے۔"وہ کسی فلاسفر کی طرح سرگوشیاں کر رہا تھا۔

"وہ اگلی دشواریوں کو بھی جان جائے گا مگر دوسری ٹھوکر کھا کر"وہ سامنے نظریں ٹکائے میکانکی انداز میں لب ہلا رہا تھا۔

پھیری والا ایک ہاتھ سے ٹوکرے کو تھامے اپنے قدم آگے کو بڑھا رہا تھا مگر اس کا دھیان مسلسل پیچھے تھا۔اسی بے دھیانی وہ چلتا پھر ایک پتھر سے ٹھوکر کھا گیا مگر اس بار وہ گرا نہیں فقط لڑکھڑایا تھا۔اس نے برق رفتاری سے دونوں ہاتھوں سے ٹوکرا تھام کر گرنے سے بچا کیا۔وہ تھکا تھکا سا پھیری والا اب آسمان کی طرف شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہا تھا۔وہاں شکر گزاری نہ تھی مگر وہ ناشکرا بھی نہیں تھا۔

وہ حالات کا مارا زندگی کی شطرنج کا ایک کمزور مہرا تھا۔وہ کچھ پل یونہی آسمان کی جانب دیکھتا رہا پھر تھکی مگر محتاط چال چلنے لگا۔

"واہ رے انسان!! تُو تو بڑا جلد باز نکلا دوسری ٹھوکر لگنے سے ہی تیرا ایمان ڈگمگا گیا!" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔

پھیری والا اب اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔وہ بھی اس ریت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھنے سے گلے میں موجود موتیوں کی مالائیں آپس میں ٹکرائیں۔موتیوں کے ٹکراؤ سے ایک شور سا سارے میں پھیلا۔انگوٹھیوں سے بھرے ہاتھوں سے اس نے الجھی مالا کو سلجھایا اور

قدم آگے کی جانب بڑھا دیے۔اس کا اگلا پڑاؤ کہاں ہو گا وہ نہیں جانتا تھا۔وہ کہاں ہے کس جگہ ہے اسے کوئی پرواہ نہ تھی۔

"مستقل ٹھکانہ وہ بناتا ہے جسے ساری عمر اس دنیا میں رہنا ہو ہم تو مسافر ہیں کون جانے کب بلاوا آ جائے۔" وہ خود سے بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

"کیوں خود کو تھکا دوں دو وقت کی روٹی کیلئے جو لقمہ میرا ہے مجھ تک وہ پہنچا دے گا۔" وہ سر کو عجیب طرح سے جنبش دے رہا تھا مگر سوچیں اس پھیری والے کے گرد گھوم رہی تھیں۔ اس وسیع صحرا کے ریتیلے ٹیلوں میں وہ گمنام انسان کسی اور ہی دنیا کا باسی لگتا تھا۔وہ دراز قد انسان پیروں تک سبز چولہ پہنے اور بھی دراز قد نظر آ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

صبح کی روشنی سارے میں پھیل چکی تھی۔ کھڑکیوں سے دھوپ اندر جھانک رہی تھی۔ اس روشنیوں کے شہر میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ پرندوں کی چہچہاہٹ کانوں کو بھلی لگتی تھی۔ کوئی محبت کے گیتوں میں مست تھا تو کوئی خودی میں مگن، کوئی بقا کے راستے تلاش کر رہا تھا تو کوئی فنا ہونے کو تیار تھا۔ مگر اس زمانے میں ایک بات یکساں تھی ہر انسان دوسرے سے لاتعلق تھا۔

آج کا سورج پچھلی رات کی داستان سنا رہا تھا، بارش کی داستان۔ آسمان بھی گزرے دن کی نسبت قدرے شفاف دکھائی دیتا تھا۔ وہ ہاتھوں میں چائے کا کپ تھامے کچن سے نکل کر ڈائننگ ٹیبل کی جانب بڑھ گئی۔ وہ سیاہ رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس سر پہ ڈوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔

"چائے!!" اس نے کپ ٹیبل پر رکھا ایک نظر اخبار پڑھتے ابا کو دیکھا اور واپس جانے کیلئے پلٹی ہی تھی کہ سامنے کرسی پر براجمان شخص کی آواز کانوں میں پڑی۔

www.novelsclubb.com

"بیٹھ جاؤ!" عالم صاحب نے اخبار چہرے سے ہٹاتے ہوئے اسے آنکھوں سے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور ایک نظر کپ سے اڑتی بھاپ پہ ڈالی۔

"کچن میں کچھ کام ہے مجھے" اس نے نچلا لب دبائے ہنسی روکنے کی کوشش کی کیونکہ نور جانتی تھی ابا کیا پوچھنے والے ہیں۔

"بیٹھ جاؤ بات کرنی ہے تم سے۔" انہوں نے آنکھوں سے نظر کا چشمہ اتارتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"اااااااچھاااااجی۔" وہ الفاظ کو قدرے کھینچ کہ آنکھیں گھما کر بولی اور پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔اب وہ ابا کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"وہ کب آیا۔" عالم صاحب نے گلہ کھنکار کر آنکھوں میں سنجیدگی لیے پوچھا۔

"افففف وہ آیا ہے تبھی تو چائے بنی ہے۔" نور نے بے نیازی سے دائیں بائیں دیکھتے جواب دیا۔عالم صاحب نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔نور انہیں الجھا دیکھ کر محظوظ ہوئی پھر ان کی جانب جھکی اور رازداری سے کچھ کہنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"وہ آج صبح ہی آیا تھا!"

"کیا؟؟ تو وہ کل رات باہر رہا ہے؟؟" عالم صاحب کی آواز میں دباد با ساغصہ تھا لیکن نور توان کو سن ہی نہیں رہی تھی۔

"وہ روز صبح سویرے ہی آتا ہے۔" وہ ہنسی دبائے اپنی ہی دھن میں بول رہی تھی۔

"اور رات؟؟؟ وہ پل بھر کو رکے بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ "رات کو کہاں ہوتا ہے؟"

"ہاااااا!! مجھے کیا پتہ کہاں ہوتا ہے اپنے گھر ہی ہوتا ہوگا۔" نور نے آنکھیں گول کیے جواب دیا اور پھر شانے اُچکا دیے۔۔ عالم صاحب ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے جو بے نیازی سے اِدھر اُدھر دیکھنے میں مصروف تھی۔

"ابھی تو تم نے کہا وہ رات کو گھر نہیں ہوتا"!

"ہاااامیں نے کب کہا." وہ آنکھوں کو گھما کر بولی۔ "میں بس یہ کہہ رہی ہوں وہ روز صبح آتا ہے، آپ کیا سمجھے؟"

www.novelsclubb.com

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟؟ "

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟؟" وہ بھی انہی کے انداز میں بولی۔

"نور!!!" انہوں نے انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی۔

"دودھ والے کی بات کر رہی تھی اور آپ؟؟" وہ نہایت سادگی سے بولی۔

"میں تمہارے بھائی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔" عالم صاحب دانت پیستے ہوئے کہا۔

"کب آیا تھا وہ؟"

"اوہ واؤ کیا مرتضٰی بھائی آ گئے؟" وہ چہک کر بولی۔ "لیکن مجھے ائیر پورٹ جانا تھا انہیں رسیو کرنے۔" اب اس کے چہرے پہ مصنوعی خفگی تھی۔ عالم صاحب کو اپنا سر اب چکراتا محسوس ہوا لیکن یہ لڑکی کب سدھرنے والی تھی۔

"میں مجتبیٰ کی بات کر رہا ہوں نور!!" وہ دانت پر دانت جما کر بولے۔

"توبہ ہے آپ پہلے ہی نام لے لیتے خوامخواہ میرا وقت برباد کیا۔اس کا نام لینے سے کونسا آپ کا وضو ٹوٹ جانا تھا یا آپ پر غسل واجب ہو جانا تھا۔اچھا اچھا!! غصہ کیوں ہوتے ہیں بتا رہی ہوں۔" وہ ان کے ماتھے پر پڑتے بل کو دیکھ کر تیزی سے بولی۔۔

"رات کو آگئے تھے بھائی "!

"وقت کیا تھا؟"

"پیارے ابا جان مجھے وقت یاد نہیں مگر ایک بات میں ضرور کہوں گی آپ کو ماسٹر صاحب نہیں بلکہ نیب میں تفتیشی افسر ہونا چاہیے یا پھر کسٹم حکام میں یا پھر۔۔۔۔" عالم صاحب اس کی بات پہ اس کے ہر انداز پہ کھل کر مسکرا رہے تھے۔وہ بولتی ہی اتنا پیارا تھی۔

"آپ کی مسکراہٹ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔"نور چہرے پہ مسکراہٹ سجائے انہیں دیکھ رہی تھی۔عالم صاحب نے الجھ کر نا سمجھی سے نور کی جانب دیکھا اور وہ جانتے تھے یہ کس کے الفاظ ہیں۔

"مجتبیٰ بھائی کے الفاظ۔۔۔" وہ ابھی کچھ بول ہی رہی تھی کہ عالم صاحب بول پڑے۔ "چلو اب میں چلتا ہوں مجھے بہت کام ہیں۔ "

"آپ کو کوئی کام نہیں ہوتا!" عالم صاحب کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے مزید بولنا شروع کیا۔ "وہ ماڈلنگ چھوڑ رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے!" عالم صاحب نے متاثر ہوئے بغیر جواب دیا۔ "اب میں جاؤں؟؟"

"ابا ماڈلنگ کوئی اتنا بُرا کام بھی نہیں، بس ان کا ایک شوق ہے اور وہ ساتھ جاب بھی تو کر رہے ہیں نا "!

"وہ جو مرضی کرے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا" !

"کیا آپ انہیں سپورٹ نہیں کریں گے ؟" وہ صدمے سے بولی۔ لہجے میں طنز نہیں تھا بس ایک سوال تھا۔

"تمہاری نظر میں سپورٹ کرنا کیا ہے؟؟ کیا اولاد کی ہر غلطی میں اس کی پشت پناہی کرنا ہے۔"

"ابا بس ایک شوق"....

"شوق پہلے آبسیشن میں بدلتا ہے پھر جنون کی شکل اختیار کرتا ہے پھر ہماری ہر سوچ اس جنون کے پیچھے لگ جاتی ہے یوں ایک شوق ہماری پوری زندگی کھا جاتا ہے۔" وہ اپنے ازلی نرم لہجے میں اسے سمجھا رہے تھے لیکن وہ ابھی اتنی سمجھ دار نہیں تھی کہ وقتی چیزوں کے پیچھے چھپے دیرپا اثرات بھانپ لیتی۔

"اچھا چھوڑو ماڈلنگ تک تو ٹھیک تھا اب وہ باقاعدہ ایک گانا شوٹ کر رہا ہا۔ تمہیں کیا لگا میں اس سے بے خبر ہوں۔" نور کے چہرے پہ پل بھر کو ایک سایہ لہرایا۔ "اوہ تو ابا جانتے تھے لیکن کیسے؟" اس کے اندر ایک سرگوشی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"اس دور میں سوشل میڈیا کے ذریعے شہرت حاصل کرنا مشکل نہیں بلکہ یوں کہو کہ سب سے آسان کام یہی ہے لیکن اس ملک میں شہرت حاصل ہونے کے بعد لوگ اخلاقیات اور مذہب کی سرحدیں پھلانگنے لگتے ہیں۔ قریبی رشتوں کو کامیابی کی راہ میں بیروں کی زنجیر تصور کرنے لگتے ہیں۔ صحیح اور غلط کا فرق بھول جاتے ہیں۔" اب وہ کرسی سے اٹھ چکے تھے۔

"وہ میری پہلی اولاد ہے اور مجھے بہت عزیز ہے لیکن اسے یوں بغیر مقصد کے زندگی گزارتے نہیں دیکھ سکتا۔" وہ ابھی تک ساکت بیٹھی ان کو سن رہی تھی۔

"چائے جب وہ اٹھے گا تو پیوں گا۔" وہ آخر میں مسکرا کر بولے، پھر قدم داخلی دروازے کی جانب بڑھا دیے۔

"اولاد کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جائے لیکن والدین جتنی نہیں ہو سکتی۔" عالم صاحب کو اپنے پیچھے نور کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے مڑ کے نور کو دیکھا وہ مسکراتی نگاہوں سے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ ان کی ہر بات سمجھ چکی تھی ہر بات کا مطلب سمجھ چکی تھی۔ وہ بھی بدلے میں مسکرائے اور باہر کی جانب چل دیے۔

www.novelsclubb.com

\-

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: